بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بہ فیض حضور مفتی اعظم علامہ شاہ محمد مصطفیٰ رضا قادری برکاتی نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مؤسس: الحاج محمد سعید نوری مدظلہ العالی

رضا اکیڈمی ممبئی کا دینی، علمی و تحقیقی مجلّہ

سال نامہ

یادگارِ رضا

شمارہ: 33

1448ھ/ 27-2026ء

مدیر: غلام مصطفیٰ رضوی

[اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر/ نوری مشن مالیگاؤں]

ناشر: رضا اکیڈمی

۵۲ ر ڈونٹاڈ اسٹریٹ، کھڑک ممبئی ۴۰۰۰۰۹

Ph.: (022) 66342156 www.razaacademy.com

e-mail : mumbai.razaacademy@gmail.com

نشانِ منزل

۱	''فتاویٰ رضویہ'' کی اشاعت اور رضا اکیڈمی (اداریہ)	مدیر	۳
	تحقیقات		
۲	بریلی شریف کی ۲۰۰ رسالہ مسند افتا کی تاریخ	پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری	۸
۳	کنز الایمان اور عشق و عرفان	مفتی عبدالرحیم نشترؔ فاروقی	۲۱
	بزم نور		
۴	امام احمد رضا بریلوی: ایک عظیم مولود نگار	سید محمد مبشر اللہ رکھا قادری	۲۷
۵	درود یہ سیرت نگاری اور خطبۂ فتاویٰ رضویہ	پروفیسر دلاور خان	۵۴
	منظومات		
۶	اخلاص پہ مبنی تھا ہر اقدام رضا کا	مولانا سلمان رضا فریدیؔ	۶۱
۷	در مدحِ امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ	میرزا امجد رازیؔ	۶۴
	تشریحات		
۸	اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی ایمان افروز تشریح	مفتی محمد مجیب اشرف رضوی	۶۵
	اصلاحیات		
۹	امام احمد رضا اور خلق خدا کی دل جوئی و حاجت روائی	عبدالسلام رضوی مہوا کھیڑوی	۷۰
	منظر نامہ		
۱۰	امام احمد رضا کی عالمی اہمیت	انگریز نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون	۷۹
	اُجالوں کے سفیر		
۱۱	حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں نوری بریلوی	مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری	۹۶
۱۲	حضور مفتی اعظم ہند اور شدھی تحریک	ڈاکٹر محب الحق قادری	۱۰۸
۱۳	حضور احسن العلماء مارہروی! شمع شریعت و معرفت	غلام مصطفیٰ رضوی	۱۲۱
	منزل بہ منزل		
۱۴	رضا اکیڈمی ممبئی کی خدمات ۲۶-۲۰۲۵ء	ادارہ	۱۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

’’فتاویٰ رضویہ‘‘ کی اشاعت وترسیل اور رضا اکیڈمی

دارالافتاء بریلی شریف کی دوسوسالہ خدمات ہند کے ماتھے کا جھومر ہیں

ملک پر انگریزی قبضہ سے قبل عہد مغلیہ میں مدارسِ اسلامیہ پھل پھول رہے تھے۔ علومِ دینیہ کی درس گاہیں آباد تھیں۔ مراکز فقہ وافتا سے شرعی رہنمائی کا فریضہ انجام پاتا۔ اور مسلمانوں کی مذہبی زندگی قدرے بہتر طریقے سے گزر رہی تھی۔ علوم وفنون کی توسیع وترسیل کے لیے ماحول سازگار تھا، لیکن انگریز نے یہاں اپنے قدم مستحکم کرنے کے لیے سازشوں کا سہارا لیا۔ ان کے نشانے پر شعارِ اسلام تھے اور جامعات و مدارس۔ مسلمانوں کا رشتہ اسلام سے کمزور کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی گئی۔ اسلامی درس گاہوں پر قدغن لگایا گیا۔ علماے حق کو زنداں کے حوالے کیا گیا۔ انقلاب ۱۸۵۷ء کے قائدین کو شہید کیا گیا۔ دانش گاہوں کے لیے مختص وسائل ضبط کر لیے گئے۔

ایسے وقت میں جب کہ مسلم اقتدار کا سورج غروب ہو گیا۔ انگریزی استبداد نے فکروں کو فرسودہ بنا ڈالا۔ مدارس زوال پذیر ہو گئے۔ فقہی مراکز تباہ کر دیے گئے۔ ایسی جماعتیں پروان چڑھائی گئیں؛ جنھوں نے مسلمانوں کا رشتہ بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کم زور کیا، توہین و بے ادبی کی جسارت کی گئی۔ ایسے فتنوں کی رگوں کو تازہ خون انگریز نے فراہم کیا۔ امام اہل سنّت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ روایات اسلامی کی پاس داری کی۔ عقائد اسلام کی سرحدوں کی نگہ بانی کی۔ شریعت مطہرہ کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔ ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں توہین کرنے والے افراد کی خبر لی۔ علوم دینیہ کی اشاعت کی

غرض سے بریلی کی سرزمین پر دار العلوم منظر اسلام قائم کیا، جو برصغیر میں علوم اسلامی کی نشاۃِ ثانیہ کا سبب بنا۔

دار الافتاء کا قیام:

امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کے جد امجد مفتی رضا علی خاں بریلوی نے مسند افتا کی بنیاد بقول ڈاکٹر مجید اللہ قادری ۱۲۴۶ھ تا ۱۲۵۰ھ کے درمیان رکھی۔ اگر مسند افتا کا سال ۱۲۴۶ھ مان لیں تو امام احمد رضا کے جد امجد نے لگ بھگ ۳۶/سال فتاویٰ نویسی فرمائی، بعدہٗ آپ کے صاحب زادے مولانا مفتی نقی علی خاں قادری برکاتی نے ۱۲۹۷ھ تک یہ خدمت جاری رکھی، امام احمد رضا نے والد ماجد کی حیات ہی میں یہ خدمت اپنے ذمے لے لی اور ۱۲۸۶ھ تا ۱۳۴۰ھ تا حیات یہ خدمت انجام دیتے رہے، اور مسلسل ۵۵/سال کی اس خدمت کے باعث ۱۲/کبیر اور ضخیم جلدیں ''فتاویٰ رضویہ'' کے نام سے ترتیب پاگئیں۔

حیاتِ رضا میں آپ کے سب سے چھوٹے بھائی مولانا مفتی محمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۳۹ھ) بھی فتویٰ نویسی فرماتے رہے۔ امام احمد رضا کی حیات ہی میں آپ کے دونوں صاحب زادگان مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں (م ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) اور حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) اپنی اپنی حیات تک خدمت افتا انجام دیتے رہے۔ فرزند رضا حضور مفتی اعظم نے طویل عمر پائی، لگ بھگ ۷۵/سال آپ فتاویٰ لکھتے رہے۔ آپ کے فتاویٰ ''فتاویٰ مصطفویہ'' کے نام سے مطبوع ہیں۔ (فتاویٰ مفتی اعظم ۷/جلدوں میں منظر عام پر ہیں۔)

امام احمد رضا کے بعد فرزند اکبر حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں دار الافتاء کے مفتی اعظم تھے، ان کے فرزند مولانا مفتی ابراہیم رضا خاں ۱۳۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور چھوٹے صاحب زادے مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں کے گھر بڑی صاحب زادی پیدا ہوئیں، ان دونوں کا نکاح ۱۳۴۷ھ میں منعقد ہوا، اور ۲۶/محرم الحرام ۱۳۶۲ھ/ ۲/فروری ۱۹۴۳ء میں تاج

الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری بریلوی پیدا ہوئے، اس اعتبار سے مولانا حامد رضا آپ کے جدامجد 'دادا' ہوئے، اور مفتی اعظم ہند آپ کے نانا ہوئے۔

تاج الشریعہ مولانا مفتی اختر رضا خاں علیہ الرحمہ نے ۱۹۶۷ء سے فتاویٰ نویسی کا آغاز کیا اور مفتی اعظم ہند نے جلد ہی بریلی کے دارالافتاء کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی۔

(ملخصاً، ماہ نامہ معارف رضا کراچی، اکتوبر ۲۰۱۸ء)

حضور تاج الشریعہ کے وصال کے بعد قائد ملت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری کی سربراہی میں دارالافتاء بریلی شریف باوقار طریقے سے خدمت افتا انجام دے رہا ہے۔ جہان بھر سے لوگ بریلی شریف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مسند افتا سے جو خدمات اعلیٰ حضرت کے جدامجد علامہ محمد رضا علی خاں نے شروع کی تھیں وہ ہنوز جاری ہیں۔ دارالافتاء بریلی شریف نے جو فقہی سرمائے عطا کیے ان کا فیض ان شاء اللہ جاری و ساری رہے گا۔

فتاویٰ رضویہ:

مشہور دانش ور کوثر نیازی تحقیقاتِ رضویہ کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مَیں نے جو آپ کو امام ابوحنیفہ ثانی کہا وہ صرف محبت یا عقیدت میں نہیں کہا بلکہ ''فتاویٰ رضویہ'' کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ اِس دور کے ابوحنیفہ ہیں۔ آپ کے فتاویٰ میں مختلف علوم وفنون پر جو بحث کی گئی ہیں ان کو پڑھ کر بڑے بڑے علما کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ کاش کہ اعلیٰ حضرت کی حیات اِس دور کو میسر آجاتی تا کہ آج کل کے پیچیدہ مسائل حل ہو سکتے، کیوں کہ آپ کی تحقیق حتمی ہوتی اس کے بعد آگے مزید گنجائش نہ ہوتی۔''

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کشمیر ۲۰۰۴ء، ص ۳۲)

فتاویٰ رضویہ کی رضا اکیڈمی ممبئی سے اشاعت:

''فتاویٰ رضویہ'' ۱۲؍جلدوں میں شائع ہوا۔ جس کی توسیع و ترسیل میں ہندوستان میں سنی دارالاشاعت مبارک پور، امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف اور رضا اکیڈمی ممبئی کا بڑا

حصہ رہا ہے۔

یہاں ہم رضا اکیڈمی ممبئی کی خدمات پر اجمالی روشنی ڈالیں گے۔رضا اکیڈمی سے فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد ۱۹۸۵ء میں شائع ہوئی۔مکمل ۱۲ر جلدوں کی اشاعت ۱۹۹۴ء میں عمل میں آئی۔تب سے لگا تار عرسِ رضوی و دیگر مواقع پر رضا اکیڈمی ممبئی سے فتاویٰ رضویہ عام کرنے کی مہم جاری و ساری ہے۔ ہر سال بڑی تعداد میں باذوق افراد بکنگ کرواتے ہیں۔یوں ہی پورے سال ممبئی کی سرزمین سے فتاویٰ رضویہ کا سیٹ دستیاب رہتا ہے۔

بریلی شریف میں عرس رضوی کے شرکا میں اکثریت علما، مشائخ، اہل علم اور طلبہ کی ہوتی ہے، جو بڑے چاؤ سے فتاویٰ رضویہ طلب کرتے ہیں۔ ۱۲ر جلدوں میں ''فتاویٰ رضویہ'' کی توسیع عالمی سطح پر ہوئی۔ ملک کے علاوہ دیگر بیرونی مقامات پر بھی فتاویٰ کا سیٹ مہیا کروایا گیا۔نوری مشن نے متعدد بک فیئر میں رضا اکیڈمی کے توسط سے فتاویٰ رضویہ عام کیا۔دیگر ممالک کے اداروں تک اسے پہنچایا۔

الحاج محمد سعید نوری سربراہ رضا اکیڈمی کی یہ کوشش رہی ہے کہ مختلف طریقوں سے فتاویٰ رضویہ عام کیا جائے۔اسی سبب یونی ورسٹیز، لائبریریز سمیت جامعات میں پہنچانے کی کوشش کی گئی۔جیسے جیسے مطالعہ کا ذوق پروان چڑھ رہا ہے، تحقیقاتِ رضویہ سے آگہی بڑھ رہی ہے اور فتاویٰ رضویہ کی طلب میں اضافہ ہو رہا ہے۔

۳۰ر جلدوں میں ''فتاویٰ رضویہ'' کی اشاعت:

فتاویٰ رضویہ اہل علم کی نگاہوں کا محور ہے۔بزمِ تحقیقات کی زیبائش ہے۔دارالافتاء کی زینت ہے۔پیش آمدہ مسائل کے حل کے لیے اس سے رجوع کیا جاتا ہے۔مسلک سلفِ صالحین کا تحقیقی گنجینہ ہے۔اس پر تحقیق، تدقیق، تخریج و ترجمہ کا کام رضا فاؤنڈیشن لاہور نے انجام دیا اور زیورِ طباعت سے آراستہ کیا۔ ہند میں اس کی اشاعت برکات رضا پور بندر گجرات اور رضا اکیڈمی ممبئی سے ہوئی۔

ہر سال فتاویٰ رضویہ (۳۲؍جلدوں میں بھی) رعایتی قیمت میں رضا اکیڈمی سے فراہم کیا جاتا ہے۔ رضا اکیڈمی کی تحریک وترغیب سے عرس رضوی سنّی کتابوں کی ترسیل واشاعت کا محور بن چکا ہے۔ جہاں سے رضویات کے پاکیزہ جام جہان میں پہنچتے ہیں۔

رضا اکیڈمی نے گزری پانچ دہائیوں میں لاکھوں کی تعداد میں؛ سینکڑوں عناوین پر کتابوں کی اشاعت کا فریضہ انجام دیا۔ جن میں کثیر عناوین ''رضویات'' کا احاطہ کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف پر بھی کام کر کے اشاعت کا کارواں آگے بڑھایا۔ اعلیٰ حضرت پر لکھی جانے والی کتابیں بھی شائع ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ رضا اکیڈمی کے کاروانِ ترسیلِ فکر رضا کو تیز گام فرمائے۔ فتاویٰ رضویہ سمیت جہانِ رضویات کی عظیم کتابیں بزم علم ودانش کی زینت بنتی رہیں اور کارِ رضا، فکر رضا، یادِ رضا، ذکر رضا کا گلشن مشک بار رہے ؎

گونج گونج اُٹھے ہیں نغماتِ رضؔا سے بوستاں
کیوں نہ ہو کس پھول کی مدحت میں وا منقار ہے

☆☆☆

بریلی شریف کی ۲۰۰ رسالہ مسند افتا کی تاریخ
(مفتی رضا علی خاں تا حضور تاج الشریعہ)

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری
ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، کراچی

بریلی شریف کے دارالافتاء کی خدمات کا دائرہ بڑا وسیع ہے، امسال دارالافتاء کی دوسو سالہ خدمات پر خصوصی پروگراموں کا سلسلہ دراز ہے، اسی مناسبت سے یہ مقالہ یادگارِ رضا کی بزم میں پیش کیا جارہا ہے۔ مقالہ چوں کہ کچھ برسوں پہلے قلم بند کیا گیا، اس لیے حال کے شامیانے میں بعض ضروری نکات کا (قوسین میں) اضافہ کیا گیا ہے۔ مقالہ نگار مشہور ترجمہ قرآن کنزالایمان پر پی ایچ ڈی ہیں۔ ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل سے وابستہ ہیں اور ماہ نامہ معارفِ رضا کراچی کے مدیر بھی۔ مقالہ علم و تحقیق سے لبریز ہے اس لیے یقیناً اس کے وقیع اثرات مرتب ہوں گے۔ مدیر

ہندوستان کے صوبے اتر پردیش میں دو شہر بریلی کے نام سے مشہور ہوئے ایک رائے بریلی جس کو مولوی سید احمد بریلوی کے نام سے شہرت ملی، یہ مولوی سید احمد بریلوی انگریزوں کے بجائے بالاکوٹ موجودہ خیبر پختون خواصوبے میں مسلمانوں کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے تھے اور ہندوستان میں وہابی عقائد کو پھیلانے میں مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کے ساتھ برابر کے شریک تھے۔

دوسرا بریلی شہر بانس کے جنگلات کے قریب تھا، اس وجہ سے یہ بانس بریلی کے نام سے مشہور رہا مگر اس کے بعد اس کو صرف بریلی کے نام سے شہرت ملی اور یہ شہرت خاندان رضا

کے باعث ملی، جس کے مورث اعلیٰ مولانا رضا علی خاں بریلوی تھے۔

بریلی شہر کی وجہ شہرت بیان کرتے ہوئے مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی اپنی کتاب ''تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی'' میں رقم طراز ہیں:

''اس مدرسہ (محلہ سوداگران) کو ایک نہایت مشہور سلسلہ خاندان سے نسبت ہے، جن کے مورث اعلیٰ محمد سعید خاں، ان کے لڑکے محمد سعادت خاں، ان کے لڑکے محمد اعظم شاہ خاں، ان کے لڑکے محمد کاظم علی خاں، ان کے لڑکے محمد رضا علی خاں، ان کے لڑکے نقی علی خاں، ان کے لڑکے احمد رضا خاں، حسن رضا خاں، محمد رضا خاں تھے، احمد رضا کے لڑکے حامد رضا خاں، مصطفیٰ رضا خاں صاحبان بہت مشہور ہوئے۔ محمد اعظم خاں نے دہلی سے بریلی سکونت منتقل کی۔''

آگے چل کر امام احمد رضا کی وجہ شہرت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مولوی احمد رضا خاں کی شہرت کو چار چاند لگ گئے، حنفی، سنی، فاضل اجل، کامل اکمل سید شاہ آلِ رسول کے مرید وخلیفہ نے تقریباً (۷۵) تصنیف کیں۔ سفرِ حجاز میں علمائے عرب سے سندِ حدیث وفقہ، اصول وتفسیر حاصل کیں۔ مسائل فقہ میں فتاویٰ رضویہ طویل لکھی، قرآن کریم کا بہترین ترجمہ کیا، ایک عمر فتاویٰ نویسی میں بسر کی۔ تقریر وتحریر کے ذریعہ سے ۵۰/ برس خدمت دین میں گزرے۔ نامِ نامی حضرت مولانا حاجی شاہ احمد رضا خاں مجدد مائۃ حاضرہ مشہور ہوا۔ تاریخ ولادت ۱۲۷۲ھ المتوفی ۱۳۴۰ھ، مدفن، مسکن سے قریب، معتقدین کا سلسلہ دور دور تک پھیلا ہوا۔ آپ کی جماعت کا نام، جماعت رضائے مصطفیٰ، دو درس گاہیں ایک سوداگری محلہ میں دوسری مسجد بی بی صاحبہ میں۔''

(مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی، تاریخ روہیل کھنڈ مع تاریخ بریلی، مطبوعہ مہران اکیڈمی کراچی، ناشر مکتبہ علم وفکر فیریئر مارکیٹ، کراچی، اشاعت اوّل، ۱۹۶۳ء، ص۲۵۶)

مؤلف مولوی عبدالعزیز خاں بریلوی نے انتہائی اختصار سے امام احمد رضا کا علمی تعارف کرایا ہے۔ آپ نے امام احمد رضا کی صرف ۷۵/ تصانیف کا ذکر کیا، ممکن ہے ان کے علم

میں صرف اتنی ہی مطبوعہ کتب ہوں، ورنہ بعد کے مؤرخین نے یہ تعداد کہیں زیادہ لکھی ہے۔ مؤلف نے اس خاندان اور ان کے اہم ترین کارنامے یعنی قیام دارالافتاء کا قطعاً ذکر نہیں کیا، جو حقیقتاً اصل وجہ شہرت ہے، البتہ مولوی رحمان علی نے اپنی تاریخی کتاب ''تذکرۂ علماے ہند'' میں امام احمد رضا کے دادا مولوی رضا علی خاں کے تعارف میں ان کی علم فقہ میں مہارت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ آپ کو اپنے ہم عصروں میں فقہ میں بڑی مہارت حاصل تھی، آپ رقم طراز ہیں:

''مولوی رضا علی خاں بن محمد کاظم علی خاں بن محمد اعظم شاہ خاں بن محمد سعادت یار خاں، بریلی (روہیل کھنڈ) کے مشہور عالم اور بڑیچ پٹھان تھے۔ ان کے بزرگ سلاطین دہلی کے یہاں شش ہزاری وغیرہ مناصب جلیلہ پر ممتاز تھے۔ ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے۔ مولوی خلیل الرحمان مرحوم سے ٹونک میں علوم درسیہ کی تحصیل کی اور ۲۳/سال کی عمر میں علوم مروجہ سے فراغت حاصل کر لی۔ اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے، خصوصاً علم فقہ میں بڑی مہارت تھی۔ ان کا وعظ تاثر میں مشہور تھا۔ ۲/جمادی الاوّل ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۵ء میں انتقال ہوا۔''

(مولوی رحمان علی، تذکرہ علماے ہند، مترجم ڈاکٹر ایوب قادری، مطبوعہ کراچی، ص ۱۹۳)

مولوی رحمان علی نے مولوی رضا علی کے تعارف میں اہم ترین نشان دہی یہ فرمائی کہ آپ اگرچہ ۲۳/سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے، مگر ہم عصروں میں ممتاز علم فقہ کی وجہ سے ہوئے تھے اور بحیثیت مفتی شہرت پائی اور یہ علم فقہ نسل در نسل اس خاندان میں پچھلے ۲۰۰/ سالوں سے جاری ہے اور ہر کوئی اپنے زمانے میں علم فقہ کا ماہر رہا۔ مولوی رحمان علی نے اس بات کی نشان دہی نہیں فرمائی کہ مولوی رضا علی خاں بریلوی نے اپنے آبائی شہر میں کوئی ''دارالافتاء'' قائم کیا تھا یا نہیں، البتہ اس کا ذکر آپ کے پوتے امام احمد رضا نے کئی مواقع پر کیا، جس کو راقم آگے بیان کرے گا۔

مولوی عبدالحی لکھنوی نے بھی اپنی تصنیف ''نزھۃ الخواطر'' کی جلد ۷/میں مولوی رضا

علی خاں بریلوی کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

''مولانا محمد رضا علی خاں نے ۲۳؍ برس کی عمر میں علم منقولہ و معقولہ سے فراغت حاصل کی، اپنے ہم عصروں میں بہت ممتاز ہوئے اور علم فقہ میں بڑی مہارت حاصل تھی۔''

(مولوی عبدالحی لکھنوی، نزھۃ الخواطر، جلد ۷، ص ۱۷۹، مطبوعہ کراچی)

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی جہاں اور علوم میں مہارت تامہ رکھتے ہیں، جس کا اظہار اپنی تصانیف میں کرتے ہیں، وہیں آپ اپنے آپ کو تاریخ کا مستند مؤرخ بھی ثابت کرتے ہیں اور اپنے خاندان کی تاریخ موقع بموقع اپنے فتاویٰ یا دیگر تحریروں میں بیان کرتے ہیں۔ آپ نے پچھلے صفحوں میں پڑھا کہ آپ کے جد امجد حضرت علامہ مولانا مفتی محمد رضا علی خاں اپنے ہم عصروں میں علوم فقہ میں ممتاز تھے، مگر کسی مؤرخ نے اس بات کی نشان دہی نہیں کی کہ آپ نے اپنے خاندان میں دارالافتاء کی بنیاد ڈالی، مگر امام احمد رضا خاں نے اپنے کئی فتاویٰ اور تحریروں میں اس بات کا ذکر کیا کہ ان کے جد امجد نے اپنے خاندان میں دارالافتاء کی بنیاد رکھی تھی، جس پر جد امجد کے بعد ان کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی علیہ الرحمہ یہ خدمت انجام دیتے رہے اور اس کے بعد خود امام احمد رضا مسلسل ۵۵؍ برس اس خدمت کو جاری رکھ سکے۔ امام احمد رضا کی جب عمر ۴۸؍ برس کی تھی آپ ایک بند کمیشن (۱۹۰۳ء/ ۱۳۲۰ھ) میں ایک جج کو جواب دیتے ہوئے اپنے خاندان کے علوم دین کی خدمت کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

''میں آباواجداد سے علوم دین کا خادم ہوں۔ ۴۷؍ سال سے میرے یہاں سے فتویٰ جاری ہے۔ تمام ہندوستان اور کشمیر اور برما سے مسائل کے سوالات آتے ہیں۔ ابھی ملک چین سے ۱۴؍ مسئلے دریافت آئے ہیں چنانچہ لفافۂ مرسلہ چین داخل کرتا ہوں۔''

(اظہار الحق الجلی (۱۳۲۰ھ) از امام احمد رضا، سوال نمبر ۲، ص ۸، مطبوعہ لاہور)

امام احمد رضا نے اپنے جواب میں واضح طور پر بتایا کہ میرے خاندان سے فتویٰ

جاری ہوئے ۴۷ر سال ہوگئے اور آپ نے یہ بات اپنی عمر کے ۴۸ رویں سال میں بتائی اور وہ ہجری کا سال ۱۳۲۰ھ تھا، اس اعتبار سے آپ کے جدامجد نے جب اپنے خاندان میں ''دارالافتاء'' کی بنیاد ڈالی ہوگی تو وہ زمانہ ''۱۲۴۶ھ'' بنتا ہے۔

امام احمد رضا نے ۱۳۴۰ھ میں اپنے وصال سے قبل وصیت فرمائی جس میں آپ نے بتایا کہ ان کے گھر یا خاندان سے فتویٰ جاری ہوئے ۹۰ر برس سے زائد ہو چکے ہیں، ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے کرم سے اس گھر سے فتوے نکلتے ۹۰ر برس سے زائد ہوگئے ہیں۔ میرے دادا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مدت العمر یہ کام کیا جب وہ تشریف لے گئے تو اپنی جگہ میرے والد ماجد قدس سرہ العزیز کو چھوڑا، میں نے ۱۴ر برس کی عمر میں ان سے یہ کام لے لیا۔'' (امام احمد رضا کا وصایا شریف، مرتبہ مولانا حسنین رضا خاں، مطبوعہ مرید کے پنجاب)

امام احمد رضا نے ۱۳۴۰ھ میں بتایا کہ اس گھر سے فتاویٰ جاری ہوئے ۹۰ر برس سے زائد وقت ہو چکا ہے۔ ۱۳۴۰ھ میں جب یہ ارشاد فرمایا تو اس اعتبار سے ۱۲۵۰ھ سال بنتا ہے، مگر فرمایا کہ ۹۰ر برس سے زیادہ تو اس طرح دار الافتاء کی ابتدا اس خاندان میں ۱۲۴۶ھ سے ۱۲۵۰ھ کے درمیان محسوس ہوتی ہے اور پچھلے حوالے میں آپ نے ۱۳۲۰ھ میں فرمایا تھا کہ اس گھر سے فتوے نکلتے ۴۷ر سال ہو چکے ہیں، اس کو اگر درست مان لیا جائے تو پھر بریلی شریف کے اس خاندان رضا نے ۱۲۴۶ھ میں فتاویٰ نویسی کی ابتدا فرمائی ہے اور اس اعتبار سے اس خاندان سے ۱۹۵ر برس سے فتویٰ نویسی جاری ہے۔

امام احمد رضا اپنے قلم سے فتویٰ جاری کرنے کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''بحمد اللہ تعالیٰ! فقیر نے ۱۴ر شعبان ۱۲۸۶ھ کو ۱۳ر برس کی عمر میں پہلا فتویٰ لکھا، اگر سات دن اور زندگی بالخیر رہے تو اس شعبان ۱۳۳۶ھ کو اس فقیر کو فتاویٰ لکھتے ہوئے بفضلہٖ تعالیٰ پورے پچاس سال ہو جائیں گے، اس نعمت کا شکر یہ فقیر کیا ادا کر سکتا ہے۔''

(مکتوب بنام مولانا ظفر الدین بہاری، محررہ ۷ر شعبان، ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء، بحوالہ حیات اعلیٰ حضرت،

حصہ اوّل، ص ۲۸۰، مطبوعہ انڈیا)

امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی کے جدامجد نے خاندان بریلی میں مسند افتا کی بنیاد ۱۲۴۶ھ تا ۱۲۵۰ھ کے درمیان رکھی، مولانا مفتی محمد رضا علی خاں کی ولادت ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء ہے اور وصال ۱۲۸۲ھ/ ۱۸۶۶ء اس اعتبار سے اگر مسند افتا کا سال ۱۲۴۶ھ مان لیا جائے تو امام احمد رضا کے جدامجد نے لگ بھگ ۳۶ رسال خود فتاویٰ نویسی فرمائی، اس کے بعد آپ کے صاحب زادے مولانا مفتی نقی علی خاں قادری برکاتی بریلوی نے ۱۲۹۷ھ تک یہ خدمت جاری رکھی، مگر امام احمد رضا نے اپنے والد کی حیات ہی میں یہ خدمت اپنے ذمے لے لی اور ۱۲۸۶ھ تا ۱۳۴۰ھ تا حیات یہ خدمت انجام دیتے رہے، اور مسلسل ۵۵ رسال کی اس خدمت کے باعث ۱۲ رکبیر اور ضخیم جلدیں ''فتاویٰ رضویہ'' کے نام سے ترتیب پا گئیں۔

امام احمد رضا کی حیات میں آپ کے سب سے چھوٹے بھائی مولانا مفتی محمد رضا خاں بریلوی (م ۱۳۳۹ھ) بھی فتویٰ نویسی فرماتے رہے۔ آپ وراثت کے مسائل کے ماہر تسلیم کیے جاتے تھے۔ امام احمد رضا کی حیات ہی میں آپ کے دونوں صاحب زادگان مولانا مفتی محمد حامد رضا خاں (المتوفی ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) اور حضرت مولانا مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی علیہما الرحمۃ (المتوفی ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء) اپنی اپنی حیات تک خاندان کی علمی وراثت کی خدمت افتا انجام دیتے رہے۔ امام احمد رضا خاں کے چھوٹے صاحب زادے حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نے طویل عمر پائی، جن کی پیدائش ۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۳ء ہے، اور وصال ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء ہے۔ ایک مستند روایت کے مطابق جو ''مفتی اعظم ہند اور ان کے خلفا'' کے مقدمہ (از شہاب الدین رضوی) میں موجود ہے کہ مفتی اعظم نے فتویٰ نویسی کا آغاز ۱۳۲۸ھ/ ۱۹۱۰ء میں امام احمد رضا کے سامنے ہی کر دیا تھا اور امام احمد رضا نے آپ کو پہلا فتویٰ لکھنے پر مفتی کی مہر بنوا کر عطا کر دی تھی۔ چنانچہ لگ بھگ ۷۵ رسال ہجری اعتبار سے آپ فتاویٰ لکھتے رہے اور آپ کے فتاویٰ بھی ''فتاویٰ مصطفویہ'' کے نام سے اب تک ۴ رجلدوں میں

شائع ہو چکے ہیں اور اُمید کی جاتی ہے کہ کئی اور جلدیں مستقبل میں شائع ہو جائیں گی۔

(بحمدہٖ تعالیٰ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے فتاویٰ مع تخریج ''فتاویٰ مفتی اعظم'' کے نام سے مفتی محمد حنیف خان رضوی نے ۷ رجلدوں میں مرتب کر کے شائع کیے ہیں، جس کے متعدد ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔ مدیر)

امام احمد رضا کے بعد مفتی حامد رضا کو زیادہ وقت نہ ملا اور بمشکل آپ ۲۳ سال مزید حیات رہے، اس دوران آپ سجادہ نشین اور دارالعلوم منظر سلام کے مہتمم ہونے کے ساتھ ساتھ دارالافتاء کے بھی مفتی اعظم تھے، مگر افسوس کہ آپ کے فتاویٰ محفوظ نہ کئے جا سکے، اور چند فتاویٰ مختلف جرائد میں البتہ شائع شدہ مل جاتے ہیں، لیکن اس میں دو رائے نہیں کہ فتاویٰ نویسی میں آپ اپنے والد گرامی کے پرتو تھے، اسی طرح حضرت علامہ مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں قادری نوری بریلوی بھی امام احمد رضا کے فتاویٰ نویسی کے آئینہ تھے۔

امام احمد رضا کے بڑے صاحب زادے سے مولانا مفتی ابراہیم رضا خاں ۱۳۲۵ھ میں پیدا ہوئے اور چھوٹے صاحب زادے مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں کے گھر بڑی صاحب زادی پیدا ہوئیں، ان دونوں کا نکاح ۱۳۴۷ھ میں منعقد ہوا، اور ۲۶ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ/ ۲ فروری ۱۹۴۳ء میں حضرت علامہ مولانا محمد اسمٰعیل رضا المعروف مفتی اختر رضا خاں قادری بریلوی پیدا ہوئے، اس اعتبار سے مولانا حامد رضا آپ کے جد امجد 'دادا' ہوئے، اور مفتی اعظم ہند آپ کے سگے نانا ہوئے۔ حضرت علامہ مولانا مفتی حامد رضا کے وصال کے بعد حضرت مفتی اعظم ہند سلسلہ قادریہ رضویہ کے جانشین ہوئے اور ۱۹۸۱ء تک آپ حیات رہے۔ حضرت مفتی اختر رضا خاں بچپن ہی میں مفتی اعظم سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہو گئے تھے اور ایک محفل میلاد میں حضرت مفتی اعظم نے ۱۵ جنوری ۱۹۶۲ء/ ۱۳۸۱ھ میں آپ کو خلافت و اجازت عطا فرمائی، مفتی اعظم کا چوں کہ کوئی بیٹا نہ تھا اور مفتی اختر رضا خاں نواسے تھے اور علمی اعتبار سے بھی بہت مضبوط تو آپ کو اپنا جانشین بھی بنا دیا تھا۔ چنانچہ آپ کے وصال کے بعد آپ جانشین مفتی اعظم

کے لقب سے مشہور ہوئے۔

تاج الشریعہ مولانا مفتی اختر رضا خاں علیہ الرحمہ نے دار العلوم منظر اسلام سے تعلیم حاصل کی، اسلامیہ کالج بریلی سے .B.A کیا اور مصر جا کر جامعہ ازہر سے اصولِ دین میں سند حاصل کی اور ۱۹۶۷ء میں بریلی شریف واپس آ کر درس وتدریس کا آغاز کیا اور ۱۹۶۷ء سے فتاویٰ نویسی کا آغاز کیا اور مفتی اعظم ہند نے جلد ہی بریلی کے دار الافتاء کی ذمہ داری آپ کو سونپ دی، چنانچہ تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں خود ہی اپنی فتویٰ نویسی کی ابتدا کی تاریخ یوں بیان کرتے ہیں:

''میں بچپن ہی سے حضرت مفتی اعظم سے داخل سلسلہ ہو گیا ہوں، جامعہ ازہر سے واپسی کے بعد ۱۹۶۷ء میں، میں نے اپنی دلچسپی کی بنا پر فتویٰ کا کام شروع کیا۔ شروع شروع میں مفتی سید افضل حسین صاحب علیہ الرحمہ اور دوسرے مفتیانِ کرام کی نگرانی میں یہ کام کرتا رہا اور کبھی کبھی حضرت مفتی اعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر فتویٰ دکھایا کرتا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کام میں میری دلچسپی زیادہ بڑھ گئی اور پھر مستقل حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگا۔ حضرت کی توجہ سے مختصر مدت میں اس کام میں مجھے وہ فیض حاصل ہوا جو کسی کے پاس مدتوں بیٹھنے سے بھی نہیں ہوتا۔'' (ماہ نامہ استقامت، کانپور، مفتی اعظم نمبر، ص ۱۵۱، مطبوعہ ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء)

حضرت مفتی اعظم ہند کے وصال ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۱ء کے بعد آپ (تاج الشریعہ) سلسلہ نوریہ رضویہ کے جانشین رہے اور ساتھ ہی مفتی اعظم کے مسند افتا کے بھی جانشین رہے اور آپ نے اپنے وصال تک یہ خدمت افتا جاری رکھی، اس اعتبار سے آپ نے ۱۹۶۷ء تا ۲۰۱۸ء کل ۵۰ سال فتویٰ نویسی فرمائی اور مفتی اعظم ہند کے جانشین کے اعتبار سے آپ نے ۳۷ سال سلسلہ فتویٰ نویسی فرماتے ہوئے ہزاروں فتاویٰ جاری کئے، جس کی اب تک ۴ جلدیں شائع بھی ہو چکی ہیں اور مزید جلدیں شائع کی جا رہی ہیں۔

(حضور تاج الشریعہ کے فتاویٰ کا مجموعہ دس جلدوں میں شائع ہوا۔ اس کے کئی ایڈیشن منظر عام پر آئے، عرس حضور تاج الشریعہ (۱۴۴۷ھ) کے موقع پر مزید دو جلدیں طبع ہوئیں۔ اس طرح الحمدللہ بارہ جلدیں ''فتاویٰ تاج الشریعہ'' کے نام سے مطبوع ہیں۔ مدیر)

فتاویٰ نویسی میں مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی مصطفیٰ رضا خاں نوری قادری علیہ الرحمہ کے بعد جو اہم ترین خدمت مفتی اختر رضا خاں نے انجام دی ہے وہ کسی اور کے حصے میں نہ آئی اور فتاویٰ نویسی کا سلسلہ جو مفتی رضا علی خاں سے اس خاندان میں ۱۲۴۶ھ سے شروع ہوا تھا، امام احمد رضا کے زمانے میں اس نے عروج پایا، امام احمد رضا کا فتاویٰ ۱۲/ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، جن کو ترتیب نو، تخریج اور فارسی، عربی عبارات کے ترجمہ کے ساتھ ۳۰/جلدوں میں شائع کیا گیا۔ اس کے بعد مفتی اعظم ہند کا ''فتاویٰ مصطفویہ'' ہے جو اب تک ۴/ضخیم جلدوں (بعد کو ۷/جلدوں) میں شائع ہو چکا ہے، اور دورِ حاضر میں خانوادۂ رضا کے ایک اور روشن چراغ شریعت کے تاج حضرت علامہ مولانا تاج الشریعہ مفتی اختر رضا خاں قادری بریلوی الازہری کا مجموعہ فتاویٰ ہے، جو ۵۰/سال پر محیط ہے، اس کی اشاعت ۲۰۱۴ء میں شروع ہوئی، اس کی پہلی جلد ''فتاویٰ تاج الشریعہ'' کے عنوان سے بریلی شریف کے مرکز الدراسات الاسلامیہ جامعۃ الرضا سے شائع ہوئی اور اب تک ۴/جلدیں شائع ہوچکی ہیں۔ آپ نے اپنے فتاویٰ کا نام: ''المواہب الرضویۃ فی الفتاویٰ الازہریۃ'' تجویز کیا تھا، جس کو ''فتاویٰ تاج الشریعہ'' کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔ امید ہے کہ کئی اور جلدیں شائع کی جائیں گی (کل ۱۲/جلدیں شائع ہو چکی ہیں)، آپ کے فتاویٰ پر مفتی مطیع الرحمٰن تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''ممدوح گرامی حضرت تاج الشریعہ غالباً ہندوستان کے تنہا ایسے مفتی ہیں جو سہ (۳) لسانی جوابات رقم فرماتے ہیں، آپ کے فتاویٰ، اردو، عربی اور انگلش میں موجود ہیں۔''

(فتاویٰ تاج الشریعہ، جلد اول، ص ۱۶، مطبوعہ بریلی ۲۰۱۴ء)

راقم مولانا مفتی مطیع الرحمٰن کی بات میں اتنا اضافہ کرنا چاہے گا کہ اس میں شک نہیں کہ مفتی اختر رضا خان ازہری نے ۳؍زبانوں میں فتوے لکھے مگر اس سے قبل آپ کے جد امجد حضرت امام احمد رضا خاں اوّل مفتی ہند ہیں جنھوں نے ۳؍زبانوں میں فتوے لکھے، یہ فتاویٰ اردو، عربی اور فارسی زبانوں میں لکھے گئے، اس کے علاوہ امام احمد رضا خاں کے فتاویٰ میں یہ انفرادیت بھی ہے کہ تین زبانوں کے ساتھ ساتھ ۵؍طریقوں سے فتاویٰ لکھے، یعنی اردو منثور اور اردو منظوم، فارسی منثور اور فارسی منظوم اور عربی منثور؛ یہ اعزاز صرف اور صرف امام احمد رضا کو ملا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد نے امام احمد رضا کے چند انگریزی فتاویٰ کا ذکر کیا تھا، اگر ان کی تحقیق کو درست مان لیا جائے تو امام احمد رضا ۴؍زبانوں میں فتاویٰ دینے والے واحد مفتی قرار پائیں گے۔

اس میں اب کوئی کلام نہیں کہ خاندانِ رضا پچھلی دو صدیوں سے فتاویٰ نویسی کی خدمت انجام دے رہا ہے اور حضرت تاج الشریعہ جیسے مستند مفتی کے بعد اب کون خاندانِ رضا سے اس خدمت کو لے کر آگے جائے گا؛ یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ مگر مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی میں یہ جذبۂ خدمت اور علم فقہ ضرور عطا فرمائے گا اور جو کام حضرت مولانا مفتی اختر رضا خاں ۶؍ذیقعدہ ۱۴۳۹ھ/ ۲۰؍جولائی ۲۰۱۸ء کو اپنے وصال پر چھوڑ گئے۔ ان کی اولاد یا اور کوئی خاندان کا فرد اس کام کو آگے بڑھائے گا۔ اور یہ کام ان شاء اللہ تعالیٰ تا قیامت جاری رہے گا کہ حق گوئی کا علم ابھی اُٹھانے والے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اہل سنّت کو سلامتی نصیب فرمائے۔

اب ملاحظہ کریں حضرت صاحب زادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کی لکھی ہوئی منقبت کے چند اشعار:

منقبت

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد اختر رضا خاں الازہری قادری برکاتی رضوی نوری

صورتِ حامدرضا(ا) میں سیرت احمد رضا
آئینہ در آئینہ ہیں حضرتِ اختر رضا

مفتی اعظم کا تقویٰ، حجّت حامد رضا
مجمع البحرین دیکھی سیرتِ اختر رضا

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق سے سرشار بیشک وہ ہوا
مل گئی اک بار جس کو قربتِ اختر رضا

علم کا دریا رواں اور عشقِ بحرِ ناکنار
ہے وہ عالی بارگاہِ حضرتِ اختر رضا

عالمِ بینا ہوا وہ، عارف باللہ بنا
یک نَفَس پائی ہے جس نے صحبتِ اختر رضا

چار صدیوں سے سجی ہے مسندِ افتا جہاں
زینتِ سجادہ واں ہیں حضرتِ اختر رضا

(۲)قائلِ ''کلّ بلادٍ تحت حکمی'' کے طفیل
نُہ فلک تک ہے عروجِ شہرتِ اختر رضا

(۳)منظرِ اسلام تابہ قاہرہ ازہر شریف
علم کا ایواں بنامِ نُدرتِ اختر رضا

زیبِ سرتاجِ شریعت، تن پہ تقویٰ کا لباس
جامعِ شرع و طریقت حضرتِ اختر رضا

آج تاباں اوج پر بزمِ رضا میں آپ ہیں
یہ بھی ہے فیض کمالِ نسبتِ اختر رضا(۴)

قارئین کرام: اپنے اسلاف کو یاد رکھنے کا یہی طریقہ ہے کہ اپنے اسلاف کو عملی طور پر اور قلمی طور پر یاد رکھا جائے۔ عملی طور پر یاد رکھنے کے لیے اور دوسروں کو ان کی خدمات پہنچانے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی تعلیمات پر خود عمل کیا جائے، تاکہ دیکھنے والے یہ کہیں کہ جب ان کے شاگرد، مرید یا خلیفہ کا یہ عمل ہے تو خود استاد کتنا باعمل ہوگا، اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ان کی قلمی خدمات سے عوام الناس کو روشناس کرایا جائے اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ ان کی تصانیف زیادہ سے زیادہ شائع کی جائیں اور اس شخصیت پر زیادہ سے زیادہ اہلِ قلم کی راے معلوم کی جائیں، چنانچہ ادارے (ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا) نے بھی حضرت تاج الشریعہ کی شخصیت اور ان کی خدمات کو متعارف کرانے کے لیے اکتوبر کا شمارہ (معارفِ رضا) ان کے نام سے منسوب کیا ہے اور اس رسالے میں چند اہم اہلِ قلم کے تاثرات اور مضامین شائع کیے ہیں۔

(بحمدہٖ تعالیٰ دارالافتاء بریلی شریف کا وقار آج بھی قائم ہے۔ اس کے فیض کا دائرہ وسیع ہے۔ حضور تاج الشریعہ کے وصال کے بعد شہزادۂ تاج الشریعہ قائد ملت علامہ مفتی محمد عسجد رضا

خاں قادری کی سر براہی میں دارالافتاء شرعی رہبری کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔ سمتوں میں فیضانِ بریلی شریف کی خوش بوپھیلی ہوئی ہے، جہانِ سنیت روشن ومنور ہے۔ مدیر)

☆☆☆

حواشی منقبت:

(۱) اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ اپنے جد کریم حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں علیہ الرحمہ سے صورت میں بہت مشابہ ہیں۔

(۲) قصیدۂ غوثیہ شریف کے اس شعر سے اقتباس ہے:

بِلادُ اللہِ مُلْکِی تَحْتَ حُکْمِی　　　وَوَقْتِی قَبْلَ قَلْبِی قَدْ صَفَالِی

اور قائل سے مراد غوثِ اعظم کی ذات مبارک،

(۳) منظر اسلام بریلی شریف سے فراغت کے بعد آپ قاہرہ میں جامعہ ازہر شریف سے فارغ التحصیل ہوئے۔

(۴) علامہ اختر رضا خاں صاحب اس منصب افتا پر دسویں مفتی جلوہ افروز ہیں، ریحان رضا خاں ان سے قبل مفتی مولانا ابراہیم رضا جیلانی میاں، مفتی اعظم علامہ مصطفیٰ رضا خاں، حجۃ الاسلام مفتی حامد رضا خاں، امام احمد رضا خاں، مولانا مفتی نقی علی خاں، مولانا مفتی رضا علی خاں، مفتی کاظم علی خاں، مفتی اعظم خاں۔

☆☆☆

کنز الایمان اور عشق وعرفان

مفتی عبدالرحیم نشترؔ فاروقی

ایڈیٹر: ماہ نامہ سنی دنیا ومفتی مرکزی دارالافتاء، بریلی شریف

جس طرح امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظم عشق رسول مقبول کے سوز وگداز سے لبریز ہے، اسی طرح نثر بھی گونا گوں عشق رسول کی قندیلوں سے روشن ہے، جس کی ضیا بار کرنوں سے آپ کی جملہ تصانیف روشن ومنور ہیں، ہر جگہ، ہر حال میں اور ہر موڑ پر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شمع آپ کے ہاتھوں میں رہی، چاہے وہ حدائق بخشش ہو، فتاویٰ رضویہ ہو یا کنز الایمان! الغرض عشق رسول مقبول کے رنگ وبو سے نظم ونثر دونوں ہی معطر ہیں، آپ کا یہ اصرار تھا ع

ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں

اب تصور میں سرکار دو جہاں نبی آخر الزماں سیاح لامکاں رشک قدسیاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جمال جہاں آرا کی ملاحت کو بسایئے اور عشق صادق کے جلوؤں سے اپنے قلب وجگر کو جگمگایئے، ارشاد ربانی ہے:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (پارہ ۳۰/آیت ۷/سورۃ الضحیٰ)

ترجمہ: اور پایا تجھ کو بھولا ہوا پس راہ دکھائی...... (شاہ رفیع الدین)

اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا...... (عبدالماجد دریابادی)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو آپ کو (شریعت کا) راستہ بتلایا...... (اشرف علی تھانوی)

(قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشان دہی، ص ۱۰۔۹)

اب ایک عاشق مصطفیٰ کا بھی ترجمہ ملاحظہ فرمائیں، جس کے ہاتھوں میں عشق مصطفیٰ کی

شمع ہے، وہ بولتا ہے تو عشق رسول کے سمندر میں غوطہ زن ہو کر بولتا ہے، قلم اُٹھاتا ہے تو عشق مصطفیٰ کی روشنی میں لکھتا ہے، جبھی تو اس کے حرف حرف، لفظ لفظ، سطر سطر سے عشق و وفا کی خوشبو پھوٹتی ہے، امام عشق و اُلفت فرماتے ہیں:

''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔''............(اعلیٰ حضرت)

سبحان اللہ! دیکھا آپ نے ایک عاشق کا عاشقانہ ترجمہ، جسے پڑھ کر یقیناً ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی حاصل ہوگی۔

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحاً مُّبِيْناً ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ ط (پارہ ۲۶/آیت ۱، سورۃ الفتح)

ترجمہ: بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کردے......(عبدالماجد دریابادی)

اے پیغمبر یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہوئی درحقیقت ہم نے تمہاری کھلم کھلا فتح کرادی تا کہ اس فتح کے شکریہ کے لئے دین کی ترقی کے لئے زیادہ کوشش کرو اور خدا اس کے صلے میں تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کردے......(ڈپٹی نذیر احمد دیوبندی)

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے......(تھانوی)

اے محمد ہم نے تم کو فتح دی فتح بھی صریح و صاف تا کہ خدا تمہارے اگلے پچھلے گناہ بخش دے......(محمود الحسن دیوبندی) (قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشان دہی، ص ۱۱-۵)

دیکھا آپ نے کسی نے نبی کو گناہ گار تو کسی نے خطا کار لکھا، جب ہر جانب سے گناہوں اور خطاؤں کے تیر ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تار تار کرنے لگے تو امام عشق ومحبت کے صبر وشکیب کا پیمانہ لبریز ہوگیا، امام اہل سنت بریلی کی سرزمین سے عشق ومحبت میں انگڑائیاں لیتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے کہ مسلمانو! تم ان گستاخوں کے بہکاوے میں نہ آجانا، ذرا سوچو تو سہی

جو رحمت و محبت کا دریا ہے، وہ گناہوں کا مجسمہ کیسے ہو گیا؟ جو وفاؤں کا سمندر ہے وہ خطاؤں کا ہیولہ کیسے بن گیا، جس کے سر سے کبھی گناہ کا شائبہ تک نہ گزرا، اس کا دامن گناہوں اور خطاؤں کے دھبے سے کیسے داغ دار ہو گیا؟ نہیں نہیں، ہرگز نہیں، ہاں ان خطا کاروں نے ضرور خطا کی ہے ترجمۂ قرآن میں! دیکھیے ایک عاشق رسول کیسا عشق افروز ترجمہ فرماتا ہے:

''بے شک ہم نے تمہارے لئے روشن فتح دی تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے'' ......(اعلیٰ حضرت)

امام عشق و محبت نے ایمان کا خزانہ عطا فرماتے ہوئے کیا ہی ایمان افروز ترجمہ کیا ہے، خبردار اس جادۂ اُلفت سے کبھی بھٹکنا نہیں، ورنہ تمہارا ایمان خطاؤں کی دلدل میں پھنس کر دم توڑ دے گا۔

وہ عشق مجسم، عشق رسول جس کی ذات میں اس قدر سرایت کر چکا تھا کہ اگر آپ جسم تھے تو عشق رسول روح کی حیثیت رکھتا تھا، آپ کی غیرت عشق نے یہ گوارہ نہ کیا کہ کوئی بدبخت شانِ محبوب میں گناہ گار و خطا کار جیسے مکروہ الفاظ کی نسبت بھی کرے۔ امام احمد رضا نے جہاں جہاں بھی ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مجروح ہوتے دیکھا، فوراً آپ کا قلم فرقۂ باطلہ کی گردن پر ذوالفقار حیدر کرّار بن کر چمکا اور انگلیوں کی جنبش پر گستاخوں کی لاشیں تڑپتی ہوئی سرد پڑنے لگیں۔

کلک رضاؔ ہے خنجر خوں خوار برق بار
اعدا سے کہہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ۔

(پارہ ۲۷ رآیت ۱۔ ۴، سورۃ الرحمٰن)

ترجمہ: رحمٰن نے سکھایا قرآن بنایا آدمی پھر سکھائی اس کو بات......(شاہ عبدالقادر)

رحمٰن نے سکھایا قرآن، پیدا کیا آدمی کو، سکھایا اس کو بولنا......(شاہ رفیع الدین)

خدائے رحمٰن ہی نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، اس کو گویائی

سکھائی......(عبدالماجد دریابادی)

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی، اس نے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کو گویائی سکھائی......(اشرف علی تھانوی)

جنوں اور آدمیوں پر جہاں خدائے رحمٰن کے بے شمار احسانات ہیں، ازاں جملہ یہ کہ اسی نے قرآن پڑھایا، اسی نے انسان پیدا کیا، پھر اس کو بولنا سکھایا......(ڈپٹی نذیر احمد دیوبندی) (قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشان دہی، ص ۱۶)

اب آپ مندرجہ بالا تراجم کا بار بار مطالعہ فرمائیں، پھر ذیل میں ایک عاشق صادق کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیں، آپ کے سامنے ایک طرف غدارِ مصطفیٰ کا ترجمہ ہے تو دوسری طرف جاں نثارِ مصطفیٰ کا ترجمہ ہے، جی ہاں! پڑھیے بار بار پڑھیے اور دیکھیے کہ عشق واُلفت کا چشمۂ سیال کس کے ترجمہ سے رواں ہے، فرماتے ہیں امام عشق واُلفت:

رحمٰن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد کو پیدا کیا، ما کان وما یکون کا انھیں بیان سکھایا......(اعلیٰ حضرت)

سبحان اللہ! اب دلوں کو گنبد خضرا کی طرف موڑیے اور مذکورہ ترجمے کو بار بار چشم اُلفت سے پڑھیے تو میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ یقیناً آپ کا ایمان نکھر جائے گا اور عشق مصطفیٰ میں وارفتگی وشیفتگی کی ایک لطیف کیفیت طاری ہو جائے گی، پھر آپ بھی پکار اُٹھیں گے کہ ع

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

چوں کہ ہمارا مرکزی مقصد عشق کو اجاگر کرنا ہے، اس لیے ہم تراجم قرآن کے اس تقابلی جائزے میں صرفی، نحوی اور فقہی تشریح وتحقیق سے قطع نظر صرف عشقیہ تشریح وتحقیق کر رہے ہیں۔

اب ہم اپنے اس تقابلی جائزے کی صحت پر صداقت کی مہر ثبت کرنے کے لیے کسی اپنے کو نہیں بلکہ غیروں میں سے کسی کو آواز دینا چاہتے ہیں، کیوں کہ اپنوں پر تو اپنوں کی طرف

داری کا الزام آ سکتا ہے، لیکن کمال تو جب ہے کہ کوئی غیر ہو کر بھی اعترافِ حقیقت کرے، ہم نے اس کے لیے جناب کوثر نیازی (سابق وزیر اطلاعات ونشریات حکومت پاکستان) کا انتخاب کیا ہے، ہم نیازی صاحب کے متعلق اتنا تو کہیں گے ہی کہ موصوف ایک حقیقت پسند شخصیت کے حامل ضرور ہیں، آگے جناب کوثر نیازی کی زبانی:

''ادب و احتیاط کی روشنی امام رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے، یہی ان کا سوز نہاں ہے، جو ان کا حرز جاں ہے، ان کا طغرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصل کون و مکاں ہے، برتر از این و آں ہے، باعث رشک قدسیاں ہے، راحت قلب عاشقاں ہے، سرمۂ چشم سالکاں ہے، ترجمۂ کنزالایمان ہے۔''

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى کے ترجمہ کو دیکھ لو، قرآن پاک شہادت دیتا ہے ''مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى'' رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے۔ ''ضل'' ماضی کا صیغہ ہے، مطلب یہ ہوا کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتۂ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے، اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے، ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد و افکار کے رنگ میں ان کا کوئی سا مطلب اخذ کر لیتے ہیں ''وَوَجَدَكَ ضَآلًّا'' کا ترجمہ ماضل کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت کے عین مطابق کرنے کی ضرورت تھی، مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو، انھوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے۔

شیخ الہند مولانا محمود الحسن ترجمہ کرتے ہیں ''اور پایا تجھ کو بھٹکا پھر راہ سجھائی'' کہا جاتا ہے، مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے، ان سے چوک ہوگئی، آیئے، ادیب شاعر مصنف اور صحافی مولانا عبدالماجد دریابادی کی طرف رجوع کرتے ہیں، ان کا ترجمہ ہے ''اور آپ کو بے خبر پایا سو رستہ بتایا'' مولانا دریابادی پرانی وضع کے اہل قلم تھے، ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجیے، اس دور میں اردوے معلیٰ میں لکھنے والے اہل قلم حضرت مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیتے ہیں، ان کا ترجمہ یوں ہے ''اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی'' پیغمبر کی

گمرہی پھر ہدایت یابی میں جو وسوسے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انہیں نظر میں رکھیے اور پھر ''کنز الایمان'' میں امام احمد رضا کے ترجمے کو دیکھیے ؎

بیا ورید گر ایں جاں بود زباں دانے
غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارد

امام اہل سنت نے کیا عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے، فرماتے ہیں ''اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔''

کیا ستم ہے کہ فرقہ پرست لوگ ''رشدی'' کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم بقدم کوئی کارروائی کرنے سے اس لیے تامل کریں کہ کہیں آقایان نعمت ناراض نہ ہو جائیں، مگر امام احمد رضا کے اس ایمان افروز ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلام کا گنجینہ ہے ؎

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

(امام احمد رضا ایک عالم گیر شخصیت، ص ۲۱)

دیکھا آپ نے ! یہ اعلیٰ حضرت ہی کی ذات والا صفات ہے جو عشق رسول میں غایت درجہ مستغرق ہے، جبھی تو آپ کے عشق کا چرچا اپنے تو اپنے غیروں کی بھی محفل میں ہوتا ہے اور اس قدر ہوتا ہے کہ بعض جلنے والے حضرات کو اس عاشقانہ جذبے سے متعلق شکوک وشبہات کا لقوہ مار گیا، امام احمد رضا کے جذبۂ عشق رسالت کو کما حقہ بیان کرنے سے قلم قاصر ہے، ویسے بھی عشق اپنے اندر بے پناہ گہرائیاں سمیٹے ہوئے ہے، چہ جائے کہ عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گہرائی و گیرائی کی پیمائش کی جا سکے، ہاں امام اہل سنت کی طرح اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے ؎

اے عشق تیرے صدقے جلنے سے چھٹے سستے
جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

امام احمد رضا بریلوی: ایک عظیم مولودنگار

سید محمد مبشر اللہ رکھا قادری، کراچی

وہ ایک ایسا عاشقِ پُرسوز، جس کے عشق و سرمستی کا عالم یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کے جاں نثار و وفاداروں کے قدموں کے نیچے دل کا فرش بچھا کر اپنے اہتمامِ شوق کی تشنگی کو محسوس کرتا ہے......

وہ ایک ایسا عاشق، جو اپنے محبوب کے غداروں کو اپنی محفل میں جگہ دینا تو بہت بڑی بات ہے، نظر اُٹھا کر دیکھنا بھی اپنے عشق کی توہین سمجھتا ہے......

وہ جس نے، اِس تقاضائے عشق پر خود بھی عمل کیا اور زندگی بھر دوسروں کو بھی اِس کا درس دیا......

وہ ایک ایسا عاشق، جس کے نوکِ قلم کی شمشیرِ برہنہ زندگی بھر دُشمنانِ رسالت کی تادیب و اصلاح کے لیے چلتی رہی......

حریمِ عشق کے اُس آئین وفا سے ہر زندہ دل آشنا ہے......وہ عاشق، وہ وفا شعار، وہ کون......وہ......امامِ عشق و محبت امام اہل سنّت مجدد دِین و ملّت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں محقق بریلوی......

امام احمد رضا بریلوی کے عشق کی داستان جتنی طویل ہے، اُتنی ہی پر شوق اور ایمان افروز بھی، چمن زارِ رضا میں جس طرف بھی رُخ کیا جاتا ہے دیدہ و دل خیرہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے زندگی بھر ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حرمتوں کے تحفظ کے ساتھ ساتھ کردار و عمل اور زبان و قلم سے عشق رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جو درس دیا ہے، اُس کی اَتھاہ گہرائیوں اور بے پناہ وسعتوں کو دیکھ کر ایک عالم آج بھی انگشت بدنداں ہے...... عشق

رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سوز وساز میں ڈوبے ہوئے اَشعار کے ساتھ ساتھ امام احمد رضا بریلوی کے نثری شہ پارے بھی وفاداروں کے لیے مژدۂ جاں فزا، اور غدّاروں کے لیے تازیانۂ عبرت ہیں......

اُس عاشق کے عشق کی بات ہو رہی ہو اور اس کے اپنے محبوب کی ولادت و پیدائش کا ذکر چھڑ جائے، تو اُس عاشق کا انداز، تیور اور ردِ عمل کیسا ہوگا......؟

محترم قارئین! امام احمد رضا بریلوی نے اپنے زرنگار قلم سے سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہزاروں صفحات لکھ ڈالے...... دُنیائے اہلِ علم وقلم واقف ہے کہ مولود نگاری اور میلاد کے ذکر کے بغیر کوئی بھی سیرت (Biography) نامکمل ہے......امام احمد رضا بریلوی کے فتاوٰی، تصانیف، حواشی، تعلیقات، شروحات، تصدیقات، ملفوظات، مکتوبات میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت (Biography) کے جلوؤں میں مولود نگاری، میلاد، ولادت پر گراں قدر تحقیقات ملاحظہ کی جاسکتی ہیں...... یہاں ہم سب سے پہلے مسئلۂ تحقیق (Problem Statement) پر بحث کریں گے، تاکہ موضوع کو سمجھنا آسان ہو جائے۔

مولود نگار کے اصطلاحی ولغوی معنیٰ۔

مولود نگاری پر کیے گئے کاموں کا جائزہ۔

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور مولود نگاری۔

امام احمد رضا اور مولود نگاری۔

اسی بحث کے پیشِ نظر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مختلف گوشوں اور سیرت نگاری پر بھی سیر حاصل گفتگو کی جاسکتی ہے، تاہم خوفِ طوالت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مختصر الفاظ میں اس موضوع کو سمیٹنے کی کوشش کریں گے۔

سیرت نگاری اور مولود نگاری:

سب سے پہلے یہ سمجھا جائے کہ سیرت اور سوانح (Biography) میں بھی ایک

باریک فرق موجود ہے، سیرت اور سوانح دونوں مترادف سمجھے جاتے ہیں، جب کہ سوانح عمری پیدائش سے موت تک کے افکار و افعال پر مشتمل ہوتی ہے، جس میں حقائق کے ساتھ کردار، شخصیت، داخلی احساسات، خارجی رَدِعمل، افراد کا تعارف، تاریخی واقعات اور فرد و شخصیت کا اعمال نامہ مثبت و منفی پہلو یعنی نقد و نظر کے تناظر میں ذکر کیا جاتا ہے۔

اِس کے بالکل برعکس ''سیرت'' میں حیاتِ انسانی کے ایک ایسے مثالی نمونے کو موضوع بنایا جاتا ہے جو ہر خطا اور تقصیر سے پاک ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر مرتّب سوانح جیسے کاموں کو عام سوانح عمری (Biography) سے تشبیہ نہیں دی جاسکتی، کیوں کہ یہ ایک ارفع واشرف تشکیلی عمل ہے، جسے ''برتر سوانح'' (Super Biography) کہا جاسکتا ہے اور اسی بحث کو ''سیرت'' کی اصطلاح دی گئی اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مختص کیا گیا۔ تاہم اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ سیرت، سوانح عمری کے خصائص سے خالی ہوتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ سیرت، سوانح عمری بھی ہے، لیکن ایک مخصوص اور ارفع قسم کی Biography ہے۔

سیرت نگاری کی اس صنف میں مولود نگاری کے پہلو کو فقیر کچھ اس طرح دیکھتا ہے کہ: مولود نگاری دراصل سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ابتدائی اور ناگزیر جز ہے، ''مولود'' کا ذکر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ترتیب میں ارہاص کے بعد لایا جاتا ہے، جس سے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تسلسل میں ربط و تعلق برقرار رہتا ہے۔ جب کہ یہ جز ناگزیر ہونے کی صورت میں سیرت کی ہر قسم میں شامل کیا جاتا ہے۔ جیسے: زمانی سیرت، موضوعی سیرت، موسوعی سیرت، تشریحی سیرت، منظومی سیرت، مستخرج سیرت، مختصراتِ سیرت۔ فن سیرت نگاری کی ان اقسام میں ''مولود'' کو ابتدائی درجہ حاصل ہے۔ متقدمین و متاخرین دونوں کے ہاں سیرت میں ''مولد النبی و ولادت'' کا مکمل باب موجود ہے۔

مولود نگاری کیا ہے؟

جس طرح سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سیرت نگاری کی اصطلاح حضور نبی کریم خاتم

النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے خاص و مختص ہے، اسی طرح یہ اصطلاح ''مولود نگاری'' بھی خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کے لیے مختص ہے، جس میں فن سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سیرتِ ذاتیہ، عالمِ اَرواح سے عالم اجساد کی تفصیلات، ولادت سے قبل اور خاص وقتِ ولادت کے واقعات و معجزات، خصائص اور بشارتوں کو تفصیلاً پیش کیا جانا شامل ہے، جو کہ ولادتِ نبوی کے حوالے سے ایک مستقل صنفِ ادب تخلیق ہوئی۔

مولود نگاری کی تعریف کچھ اس طرح کی جائے گی کہ: اجتماعی طور پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں اور انفرادی طور پر خاص وصف و خصائص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت، پیدائش، میلاد و مولد کے باب وعنوان کو ذکر کرنا مولود نگاری ہے۔

تفصیلی بحث کے تناظر میں، یہاں خاص موالید کے ضمن میں ولادتِ مبارکہ کے ساتھ معجزات اور بشارتوں کے تذکروں کو ''اِرہاصات'' کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن، رضاعت اور ابتدائی تربیت کے بارے میں معلومات اور میلاد پر تفصیلی مضمون کو کتبِ موالید اور میلاد ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے اور میلاد پر مناظرانہ تحریر، میلاد کے دلائل، میلاد کے دفاعی پہلو وغیرہ کے مرتبین کو میلاد نگار یا مولود نگار کہا جاتا ہے۔

چند سیرت نگاروں نے ''مولود نگاری'' کی اس اصطلاح کو ''لوک سیرت'' میں بھی شامل کیا ہے۔ یہاں راقم الحروف ان سیرت نگاروں کی اصطلاحات پر ردِ عمل ظاہر کرنا چاہتا ہے، کہ جن میں بالخصوص ڈاکٹر محمود غازی و ڈاکٹر عزیز الرحمٰن سرفہرست ہیں، جنھوں نے ''لوک سیرت'' کی اصطلاح کو بمعنیٰ عوامی وعلاقائی پہلو تک محدود کیا ہے، اور ستم ظریفی یہ کہ اس اصطلاح میں سیرت کے اہم و ناگزیر جز ''مولد'' کے بیان و ذکر کو بھی لوک سیرت میں شامل کر دیا، جو کہ موضوع کے اعتبار سے درست نہیں۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ مولود کا بیان فقط عوامی نہیں، یہ مولود نگاری و مولود نامے و مجلسِ میلاد ایک عالم گیر موضوع اور عالمی یوم (International Event) کے طور پر صدیوں سے منایا جارہا ہے، جس پر ہزاروں کتب شاہد ہیں۔

مولودنگاری کی ابتدا:

یہاں اس لفظ ''مولود'' کی بات کی جائے تو اس لفظ کا اوّلین استعمال جامع ترمذی میں ملتا ہے۔ ڈاکٹر مظفر عالم صدّیقی لکھتے ہیں کہ:

''جامع ترمذی میں ایک باب بعنوان مَاجَاءَ فِیْ مِیْلَادِ النَّبِیّ ﷺ ہے، اس بات سے لفظِ ''میلاد'' کے اوّلین استعمال کی نشان دہی ہوتی ہے۔

ابن سعد، ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے روایت کی ہے، امام ابوجعفر صادق محمد بن علی سے کہ انھوں نے فرمایا:

کان قدوم اصحاب الفیل للنصف من المحرم فبین الفیل و بین مولد رسول اللہ ﷺ خمس و خمسون لیلۃ، اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت امام ابو جعفر صادق نے مولدرسول اللہ کا لفظ حضور کی ولادت پاک کے لیے استعمال فرمایا ہے۔'' (۱)

مولودنگاری کا لفظ تو اردو میں مستعمل ہے، اس کی روایت عربی سے شروع ہوئی ہے۔ قدیم موالید بڑی تعداد میں عربی کے دستیاب ہیں۔ متقدمین میں مولودنگاری پر ایک مستقل کتاب، جسے ''میلادنامہ'' بھی کہا جاسکتا ہے، دوسری صدی ہجری کے محمد بن عمر الواقدی (سن پیدائش 130ھ مطابق 747ء اور سن وفات 207ھ مطابق 823ء) کی ملتی ہے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ تنقید ہے کہ بہت سے سیرت نگاروں نے میلاد پر کیے گئے کاموں کو پانچویں صدی ہجری سے گننا شروع کیا ہے، جن میں سلیمان ندوی، ڈاکٹر محمود غازی سرِ فہرست ہیں، جو کہ ان کی کی جانے والی تحقیقات پر سوالیہ نشان ہے۔ ان سیرت نگاروں کی اس لغزش سے اُن دیگر افراد کو بھی تسامح ہوا، جنھوں نے بلاتحقیق اُن کی پیروی کی۔

یہاں دوسری صدی ہجری کے امام واقدی کے علاوہ ابومحمد الکوفی (224ھ) کی البشارات، امام ابوعبداللہ محمد بن عائذ القرشی (233ھ)، امام بقی اندلسی (276ھ)، امام ابو عاصم شیبانی (287ھ) اور امام ابی شیبہ محدث (297ھ) کی مولودنگاری پر رشحاتِ قلم نظر سے

گزرے ہیں۔

اس بحث کی تفصیل کے لیے مرکزِ تحقیق ضیاے طیبہ کی شائع کردہ 2 مجلدات پر مشتمل تحقیقی کتاب: ''میلاد نامے...... تاریخ، تعارف، فہرست'' سے بھرپور استفادہ کیا جا سکتا ہے، جسے مرکزِ تحقیق ضیاے طیبہ کے رئیس و مہتمم اکرامِ ملّت مفتی محمد اکرام المحسن فیضی نے بڑی عرق ریزی و تحقیق کے ساتھ تالیف کیا ہے۔ برِصغیر پاک و ہند کی بات کی جائے تو تیموری النسل بابر کے جانشینوں کے عہد میں مولودنگاری کے نمونے ملتے ہیں۔

1857ء سے مولودنگاری کا مختصراً جائزہ:

فقیر راقم الحروف یہاں امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محقق بریلوی کے موضوع کی مناسبت سے 1857ء سے مولودنگاری کا مختصر جائزہ پیش کرتا ہے۔

اردو زبان و ادب میں مولودنگاروں نے اس موضوع پر لکھی گئیں کتب کے ناموں کو جہاں عربی و فارسی میں تحریر کیا، وہیں منظوم و منثور دونوں طرح کے میلاد ناموں پر کثرت سے کتب شائع کی گئیں۔

1857ء کے بعد برِصغیر پاک و ہند میں مولودنگاری میں اضافہ ہوا، ہر سال نئے مولود نگاروں کے میلاد نامے منظرِ عام پر آئے...... اور قدیم عربی و فارسی میلاد ناموں کا ترجمہ سامنے آیا...... چند مولودنگاروں کی مختصر فہرست درج کی جارہی ہے:

علامہ غفار شاہ قادری (متوفی 1858ء) کی بنگلور سے طبع کی گئی 40 صفحات پر مشتمل تالیف ''اَنوارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم''۔

علامہ غلام امام شہید الہ آبادی (متوفی 1860ء/ 1277ھ) کی تالیف ''خدا کی رحمت'' مدراس سے 1860ء میں طبع ہوئی۔

علامہ محمد صاحب علی خان مارہروی (متوفی 1865ء) کی تصنیف ''میلاد شریف سرورِ عالم'' 64 صفحات پر مشتمل کانپور سے طبع ہوئی۔

علامہ غلام محمد ہادی علی خان (متوفی 1867ء) کی تالیف ''خیر الاذکار فی ذکر سیّد الاخیار''۔

علامہ عبدالحلیم فرنگی محلی (متوفی 1285ھ) کی تصنیف ''نظم الدرر فی سلک شق القمر'' 1861ء میں طبع ہوئی۔

علامہ محمد ظہیر الدین بلگرامی (متوفی 1287ھ) کی 192/صفحات پر مشتمل تصنیف ''مولود شریف''، لکھنؤ سے طبع ہوئی۔

سیّد احمد علی (متوفی 1287ھ) کی تالیف ''رسالہ میلاد شریف'' مطبوع ہے۔

صوفی احمد خان اکبر آبادی (متوفی 1287ھ) کی 96/صفحات پر مشتمل تالیف ''مولود شریف جدید'' آگرہ سے طبع ہوئی۔

علامہ سلامت اللہ کانپوری (متوفی 1289ھ) کی 33/صفحات پر مشتمل تصنیف ''فضائلِ میلاد'' کانپور سے 1872ء میں طبع ہوئی۔

علامہ عبدالسمیع رامپوری (متوفی 1290ھ) کی 114/صفحات پر مشتمل تالیف ''راحت القلوب فی مولد المحبوب''، لکھنؤ سے طبع ہوئی۔

حکیم محمد احسن امروہوی (متوفی 1293ھ) کی 136/صفحات پر مشتمل تالیف ''میلاد شریف'' (معروف بہ آفتابِ عالم تاب) دہلی سے طبع ہوئی۔

نواب نیاز احمد خان (متوفی 1293ھ) کی 40/صفحات پر مشتمل تالیف ''مولودِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' بمبئی سے طبع ہوئی۔

علامہ عبدالعزیز محدث لکھنوی (متوفی 1295ھ) کی 60/صفحات پر مشتمل تالیف ''مولود شریف عزیز''، لکھنؤ سے طبع ہوئی۔

معروف عالم و فقیہ رئیس المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں بریلوی (متوفی 1879ء/ 1297ھ) کی تصنیف ''اِذَاقَةُ الْاٰثَام لِمَانِعِیْ عَمَلِ الْمَوْلِدِ

وَالْقِيَام ''(المعروف ''میلاد وقیام'') اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کے حواشی ''رَشَاقَةُ الْكَلَام فِيْ حَوَاشِيْ اِذَاقَةِ الْاٰثَام '' کے ہمراہ مکتبۂ برکات المدینہ/ ادارۂ اہلِ سنّت، کراچی سے 2008ء میں طبع ہوئی۔

بدرالدین غلام دستگیر کی 116/ صفحات پر مشتمل تالیف ''حدیقۂ میلاد''، لکھنؤ سے 1870ء میں شائع ہوئی۔(۲)

مولودنگاری کا ماخذ:

مولود نگار اپنی مختصر، متوسط اور مطول کتب میں ولادت کے ذکر و باب پر اپنا ماخذ و استدلال قرآن وحدیث ہی سے کرتے ہیں۔ڈاکٹر ہمایوں شمس لکھتے ہیں کہ:

ولادت کی روایات کو، روایاتِ صحیحہ کے معیار پر پرکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، حالاں کہ اس دور کے راویوں پر یہ اصول لاگو نہیں ہونے چاہئیں کیوں کہ یہ تاریخی روایات ہیں اور اُمّہاتِ کتبِ سیرت میں ان کا موجود اور مسلماتِ دینیہ سے متصادم/ مخالف/ متضاد نہ ہونا ہی کافی ہے۔(۳)

مولود نگاری کے لیے اہم عربی ماخذ قرآنِ کریم، احادیثِ نبوی ﷺ، کتب سیر و مغازی، کتبِ تفاسیرالقرآن، کتبِ تاریخ، کتبِ شمائل، کتبِ دلائل وغیرہ ہیں۔

مولودنگاری کے محرکات:

فنِ سیرت نگاری میں موالید کی فنی وعلمی قدر و قیمت متعین کرنے کے لیے مُروّج ومقبول کتبِ میلاد شریف کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولود نگاروں نے عوام الناس کی ایک اہم ضرورت کا احساس کیا اور وہ ضرورت حضور سید عالم رحمۃ للعالمین ﷺ کی ذاتِ مبارکہ سے اپنا روحانی اور دینی رشتہ استوار کرنے کی تھی۔ان مولودنگاروں کا بڑا احسان یہ ہے کہ انھوں نے نیم خواندہ عوام میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت، حسب نسب، خاندان، بعثت، ہجرت، معجزات، مبشرات، شمائل اور اخلاق و کردار کے بارے میں معلومات عام کرنے کی کوشش

کی۔ ان ہی مولودنگاروں کے مولودناموں مجالسِ میلاد کے انعقاد کا محرکات ثابت ہوتے ہیں، جن کا بڑا یقینی سبب ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے حصولِ ثواب کی خواہش ونجات کا ذریعہ ہے۔

ڈاکٹر مظفر عالم صدیقی لکھتے ہیں:

اس کے محرکات کے ضمن میں عقیدت ومحبت کا اظہار، اطاعتِ رسول کا جذبہ، استمداد و شفاعت طلبی، خیر جوئی اور حصولِ ثواب، میلاد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تشریف آوری کا عقیدہ، صوفیا کی محافل میلاد میں دل چسپی، علماے بریلی کی ترویج میلاد میں خصوصی کاوشیں، سالانہ اَعراس کی تقاریب، نجی خوشی پر محفل میلاد، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلسے اور مشاعرے، اخبارات ورسائل کی قومی وملی اشاعتیں اور دیگر ذرائع ابلاغِ عامّہ جیسے محرکات شامل ہیں۔ (۴)

مولودنگاری کے نازک مقتضیات:

مولودنگاری کی فنی وموضوعاتی اہمیت کا اندازہ اس کے مقتضیات کو مدِ نظر رکھنا، لوازمات کو پورا کرنا، موضوع سے عہدہ بَرآ ہونا اور مجلسی تقاضوں کو بھی پورا کرنے سے ہوتا ہے۔ صرف انھیں ہی مولودنگاری کی اہمیت کا اندازہ ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ادب واحترام سے پوری طرح واقف ہیں۔

مولودنگار کے لیے ضروری ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حفظِ مَراتب اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے بقول: ''اس کی عظمت ووسعت کی حدیں ایک طرف عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں'' اس لیے ذراسی لغزش حُدودِ کفر میں داخل کرسکتی ہے۔

راقم الحروف کے موضوع کی مناسبت سے امام اہل سنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محقق بریلوی رقم طراز ہیں:

''نعت لکھنا بہت مشکل کام ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں، اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو اُلوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور اگر کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے، البتہ حمد

آسان ہے اس میں راستہ صاف ہے۔‘‘(۵)

یہاں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ میلاد اور نعت میں ایک نازک سی حدِّ فاصل ہے۔

مولودنگاری اس امر کی بھی متقاضی ہے کہ موضوع کے جملہ تقاضوں کے مطابق مولود نگار علمِ شریعت سے بھی پوری طرح باخبر ہو، بظاہر میلاد کا موضوع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ مقدّسہ اور آپ کی سیرتِ طیبہ کے چند گوشوں کو بیان کرنے تک محدود نظر آتا ہے لیکن اس میں پوری سیرت اور سیرت کے توسط سے دیگر اطرافِ سیرت بھی مولودنگاری کا حصہ بن سکتے ہیں۔

مولودنگاری کے موضوعات:

مولودنگاری کا موضوع ہماری زندگی کا ایک نہایت عظیم اور وسیع موضوع ہے، مولودنگاری میں بنیادی موضوع ’’ولادتِ مقدّسہ کا بیان‘‘ ہے، جب کہ ثانوی موضوعات مندرجۂ ذیل ہیں:

نورِ محمدی کی کرامات

شبِ ولادت کے واقعاتِ عجیبہ

حضرت سیّدہ آمنہ کی شان کا بیان

میلاد شریف کی خوشی پر تسبیح وتہلیل

نسب نامۂ مبارک

اَحوالِ شیرخواری وحضرت حلیمہ سعدیہ کے ہاں پرورش

معجزات، شمائل وخصائل اور تعلیمات وارشادات

بعض معاصر مولودنگارِ امام احمد رضا:

جب کہ امام احمد رضا خاں محقق بریلوی کے بعض معاصرین کی مولودنگاری میں مندرجۂ ذیل چند کتب کا یہاں ذکر کیا جارہا ہے، جو نبیرۂ بیہقیِ وقت حضرت علامہ مفتی محمد اکرام المحسن فیضی مدظلہ العالی کی دو جلدوں پر مشتمل تحقیقی کتاب ’’میلادنامے......تاریخ، تعارف، فہرست‘‘ (شائع

کردہ ضیاے طیبہ) سے ماخوذ ہیں:

حضرت علامہ مولانا عبد السمیع بیدل رامپوری (متوفی 1900ء) کی تصانیف: راحۃ القلوب فی مباحث المیلاد(۶) اور دافع الأوهام فی محفل خیر الأنام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم(۷)

تاج الفحول حضرت علامہ عبدالقادر بدایونی (متوفی 1319ھ) کی تصانیف: ''میلادِ منظوم''(۸)''سیف الاسلام علی المانع لعمل المولد والقیام''(۹)

علامہ شاہ علی انور قلندر علوی کاکوروی (متوفی 1324ھ) کی تصنیف ''شمامۃ العنبر فی ذکر میلاد خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''(۱۰)

معروف شاعر حضرت سید محمد محسن کاکوروی (متوفی 1905ء) کی تصنیف ''صبحِ تجلی''(۱۱)

برادرِ اعلیٰ حضرت استادِ زمن مولانا حسن رضا خان بریلوی (متوفی 1326ھ) کی تصنیف ''نگارستانِ لطافت''(۱۲)

اُستاذ الکل علامہ مولانا محمد گل خان کابلی مرادآبادی (1330ھ) کی تصنیف ''ذخیرۃ العقبیٰ فی استحباب مجلس میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''(۱۳)

علامہ حبیب علی علوی کاکوروی (متوفی 1330ھ) کی تصنیف ''وجوب القیام فی میلاد خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''(۱۴)

خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ مولانا سید ہدایت رسول قادری لکھنوی (متوفی 1332ھ) کی تصنیف ''اسلامی بہنوں کی محفلِ میلاد''(۱۵)

عالم ربانی علامہ سید احمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی (متوفی 1343ھ) کی تصنیف ''خیر الکلام فی اثبات القیام''(۱۶)

خلیفۂ اعلیٰ حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ محدث الوری (متوفی 1354ھ) کی تصنیف ''رسول الکلام من کلام سیّد الانام ﷺ فی بیان المولد والقیام''(۱۷)

علامہ مولانا شاہ محمد رکن الدین الوری (متوفی 1355ھ) کی تصنیف ''عیونِ بخشش'' یعنی مولودِ محمود (۱۸)

حضرت علامہ حبیب الرحمٰن خاں شروانی (متوفی 1950ء) کی تصانیف '' ذکرِ جمیل'' (۱۹) ذکرِ خیر (۲۰)

ملک الشعراء خواجہ اکبر وارثی میرٹھی (متوفی 1372ھ) کی تصنیف ''میلادِ اکبر'' (۲۱)

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ اعظم شاہ عبدالعلیم صدیقی مدنی (متوفی 1373ھ) کی تصنیف ''ذکرِ حبیب'' حصّۂ اوّل ودوم۔

علامہ مولانا ابو الحسنات سید محمد احمد قادری (متوفی 1380ھ) کی تصنیف '' مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم'' (۲۲)

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری (متوفی 1382ھ) کی تصانیف ''مولودِ رضوی'' (۲۳) ''میلادِ رضوی'' (۲۴)

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، علامہ سید عبدالحی کتانی فاسی (متوفی 1382ھ) کی تصنیف ''التالیف المولدیۃ''

علامہ مفتی شاہ محمد اجمل سنبھلی (متوفی 1383ھ) کی تصنیف '' عطر الکلام فی استحسان المولد والقیام''

محدثِ اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی محدث کچھوچھوی (متوفی ۱۳۸۳ھ) کی تصنیف ''مسئلہ قیام وسلام اور محفلِ میلاد'' (۲۵)

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مفتی اعظم پاکستان علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری (متوفی ۱۳۹۸ھ) کی تصنیف '' مجلسِ میلاد میں قیام کا ثبوت مع علامات الوھابیۃ بالاحادیث النبویۃ'' (۲۶)

مولانا حکیم محمد یعقوب حنفی قادری رامپوری کی تصنیف ''توضیح المرام فی اثبات المولد

والقیام‘‘(۲۷)(اشاعت:۱۳۳۶ھ)

اس دور کے مولودنگاروں کی زبان صاف اور شائستہ، اندازِ بیان میں جدت وندرت، جذبات کی فراوانی اور لطافت نے ادبی حیثیت سے نیا رنگ وروپ دھارا۔ معاشرتی بدحالی نے مذہبی رجحانات کو بیدار کیا اور یہی انداز مولودنگاری کے فروغ کا سبب بنے۔

سلطانِ عشق امام احمد رضا بریلوی جیسے محبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے ولادتِ طیبہ بے شک ایک فرحت بخش، مسرت آمیز، روح افروز اور حوصلہ افزا عنوان ہے...... جو ذاتِ عالی صفات وجہِ تخلیق کائنات ہے...... سببِ قبولیتِ توبۂ آدم ہے...... ایمان و ایقان کا مرکز ومحور ہے......رحمتِ ربّانی ہے......نعمتِ الٰہی ہے......

یقیناً اُس کی پیدائش و بعثت سے کائنات کے کتنے سربستہ راز کھلے ہوں گے، ابتداے آفرینش سے جس کی آمد کے اشارات دیے جارہے ہوں...... عالمِ بالا میں جس کے میلادِ طیبہ کی انجمن آرائی ہو......

ذرا کلامِ ربانی قرآنِ مجید کا ایک دل کش بیان ملاحظہ فرمائیں:

’’جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بے شک میں تمھیں کتاب وحکمت عطا فرماؤں، پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول، تصدیق فرمائیں ان باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں، تو تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا۔ (قبل اس کے کہ انبیاے کرام کچھ عرض کر پاتے، فرمایا)

کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمّہ لیا، عرض کی اقرار کیا، فرمایا: تو آپس میں ایک دوسرے کے گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں سے ہوں، پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ بے حکم ہیں۔‘‘(۲۸)

یہ مجلسِ میثاق عالمِ بالا میں اِنعقاد پذیر ہوئی...... انبیاے کرام کی نُبوّت و رسالت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان و مدد سے مشروط قرار دی گئی...... ذکرِ مصطفیٰ ہوا...... آمد کی بات ہوئی......

یہی تو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے......اب ہر ہر آسمانی کتاب وصحیفے میں ان کے ذکر واذکار کا بیان کھلے اَلفاظ میں رکھا گیا......خوش خبری سنائی گئی......نام، صفات، آیات، ولادت، بعثت وہجرت کا تذکرہ پوری وضاحت کے ساتھ شامل کیا گیا......انقلابات کی جھلکیاں نمایاں کردی گئیں...... زمانے کی کایا پلٹے گی......خالقِ کائنات کا صحیح تعارف اُس کے ذریعے ہوگا......آوارہ پیشانیوں میں نشانِ سجدہ تابندہ ہوگا......بے خوف دلوں میں خشیتِ ربانی کے راز اِفشا ہوں گے......حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ محبوبیت کے جلوہ ہائے نورتو روزِ محشر پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ بے نقاب ہوں گے......(۲۹)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سراپا معجزہ ہے......حقیقتِ مصطفیٰ تو اَسرارِ الٰہیّہ میں سے ہے...... یہ نوری پیکر لباسِ بشر میں حضرت سیّدہ آمنہ کی گود میں جلوہ فگن ہوتا ہے......عرش وفرش پر محفلِ میلاد کی دھوم ہے......قدسی مخلوقات شاداں وفرحاں ایک دوسرے کو مبارک بادیاں پیش کررہے ہیں......سسکتی بلکتی انسانیت کی روح میں مسرت واطمینان کی لہر دوڑ جاتی ہے......

ولادتِ طیبہ کی تاریخ 12/ ربیع الاوّل شریف، دن دو شنبہٗ مبارکہ (پیر شریف)، وقت صبحِ صادق ہے......

نسبت نے اِن سب کو قابلِ تکریم وتقدیس بنادیا ہے...... ماہِ ربیع الاوّل کو بَرگُزِیدگی ملی...... بارہ تاریخ متبرک ہوگئی......روزِ دوشنبہ باعظمت ہوگیا......صبحِ صادق کو بھی امتیاز کا شرف ملا......ایسے لمحات ومواقع پر امام احمد رضا بریلوی پر کیسا رنگ غالب ہوتا؟ جس کی زندگی اپنے محبوب کی ناموس وحُرمَت کی حفاظت میں وقف ہو......وہ اپنے محبوب کی پیدائش وولادت سے متعلق تذکروں میں اپنے آپ کو کس طرح پیش کرتا؟ آیئے......سلطانِ عشق امام احمد رضا بریلوی کو ایک عظیم مولود نگار کے طور پر دیکھتے ہیں......

امام احمد رضا بریلوی......اپنے محبوب کے ذکر پر بالخصوص......ذکرِ میلادِ مبارک میں ابتدا سے انتہا تک اَدباً دوزانو رہا کرتے...... یوں ہی وعظ فرماتے...... چار پانچ گھنٹے کامل دوزانو

ہی منبر شریف پر رہتے......(۳۰)

امام احمد رضا بریلوی کے یہاں مَجلسِ میلادِ مبارک میں ساداتِ کرام کو بہ نسبت اور لوگوں کے دوگنا حصّہ بروقتِ تقسیم شیرینی ملا کرتا تھا......اور اسی کا اتباع اہلِ خاندان بھی کرتے ہیں......(۳۱)

امام احمد رضا بریلوی نے جا بجا اپنی تحریروں میں میلاد، ولادت، پیدائش اور مولود پر جن الفاظ وجملوں کو چنا...... یہ اپنے محبوب سے عقیدت ومحبت کی اعلیٰ ترین مثال ہے......

یوں لکھتے کہ: ذکرِ میلادِ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، ذکرِ ولادت شریف، ذکرِ ولادتِ اَقدس، مَجلسِ میلادِ مقدّس، ذکرِ مَولِدِ اَعطَرِ حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

ایک مقام پر فرمایا: ''ذکرِ میلادِ مبارک مَجلسِ فرحت وسُرور ہے......''(۳۲)

''یہاں اِس عالَم میں حضور سید عالَم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رونق افروز ہونا ماہِ ربیع الاوّل میں ہوا و لہٰذا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روزِ جان افروز دوشنبہ کو ''روزہ'' شکر کے لیے خاص فرماتے اور اس کی وجہ یوں ارشاد فرماتے کہ:

فِيۡهِ وُلِدۡتُّ وَفِيۡهِ اُنۡزِلَ عَلَيَّ۔

(یعنی اِسی دن میں پیدا ہوا اور اِسی دن مجھ پر کتاب اُتری)''(۳۳)

دو شنبہ مصطفیٰ کا جمعۂ آدم سے بہتر ہے
سکھانا کیا لحاظِ حیثیت خوئے تأمّل کو

امام احمد رضا بریلوی نے میلاد کے منکرین کے ایک چیلنج کو جس میں اس وقت کے مطابق 100/روپے انعام دیے جانے کا اعلان کیا گیا، جس کے جواب میں آپ نے اپنا کلکِ رضا جیسے ہی دواتِ عشق میں ڈُبو یا وہ خنجر خوں خوار بن کر اَعدا پر ایسا چلا کہ......اگر ولادت نعمت نہیں...... یا مَجلسِ میلادِ مبارک اس نعمت کا چرچا نہیں تو 40/روپے انعام......اگر ولادت کا دن اللہ کے عظمت والے دنوں میں نہیں یا مجلس میلاد اس دن کا یاد دلانا نہیں تو 40/روپے

انعام......اگر ولادت، اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہیں یا مجلس میلاد اس رحمت کی خوشی نہیں تو 40/روپے انعام......(۳۴)

محترم قارئین! آج سے سو(100) سال قبل 40/روپے ایک بڑی خطیر رقم تصور کی جاتی......

امام احمد رضا بریلوی اپنے محبوب کی ولادتِ شریفہ کے وقت کو بھی نہایت و ادب و احترام اور حسین الفاظ کے پیرایہ میں تحریر فرماتے......اور ان الفاظ کو رب قدیر نے شہرت کی بلندیوں پر پہنچادیا......جو ہمارے کانوں میں اکثر اوقات گونجتے رہتے ہیں ۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

امام احمد رضا بریلوی جب کسی مَجلسِ میلاد میں بیٹھتے یا مجلس میلاد کا ذکر ہوتا تو پاسِ شریعت کو ملحوظ رکھتے......ایک مقام پر لکھتے ہیں:

''وہ پڑھنا سننا جو منکراتِ شرعیہ پر مشتمل ہو، ناجائز ہے، جیسے رِوایاتِ باطلہ وحکایاتِ موضوعہ واَشعارِ خلافِ شرع، خصوصاً جن میں توہین انبیا و ملائکہ علیہم الصلاۃ والسلام ہو کہ آج کل کے جاہل نعت گویوں کے کلام میں یہ بَلائے عظیم بکثرت ہے حالاں کہ وہ صریح کلمۂ کفر ہے۔''(۳۵)

محترم قارئین! امام احمد رضا بریلوی پورے سال میں صرف تین موقعوں پر خطاب و تقریر فرماتے......جن میں ایک موقع 12/ربیع الاوّل شریف کا دن ہوتا......امام احمد رضا بریلوی کے شاگردِ رشید وخلیفۂ خاص علامہ ظفرالدین بہاری فرماتے ہیں:

مَجلسِ میلادِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں جو حضور کی طرف سے ہر سال 12/ربیع الاوّل شریف کو دونوں وقت صبح آٹھ بجے اور شب کو بعد نمازِ عشا حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب کے مکان میں کہ وہی آبائی مکان اعلیٰ حضرت کا ہے، منعقد ہوتی تھی، جس میں شہر بھر کے عمائد و

معززین مطبوعہ دعوت نامے کے ذریعے مدعو ہوتے اور اس مجلس کا اہتمام اور وعظ کی اہمیت شہر بھر میں ایسی تھی کہ اس تاریخ کو کسی دوسری جگہ اہتمام و انتظام کے ساتھ مجلس نہیں ہوتی تھی...... جملہ شائقین یہیں آ کر شریکِ جلسہ ہوتے تھے......

اس سہانی گھڑی اس عاشق کی بستی کا کیا عالم ہوتا تھا...... کیسا ماحول ہوتا تھا...... کس قسم کی تیاریاں کی جاتیں...... اس بابرکت دن کا آغاز اور لمحہ بہ لمحہ کیا سرگرمیاں ہوتیں......

آیئے! فقیر آپ کو بریلی شریف کی بستی میں لے چلے...... 12/ ربیع الاوّل شریف کے اس سہانے دن کا تصوراتی منظر دیکھنے کے لیے امام احمد رضا بریلوی کے شاگرد و خادم خاص حضرت سید ایوب علی رضوی سے ملاقات کرتے ہیں، آپ بیان کرتے ہیں کہ:

عیدِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دن ہے...... آستانۂ عالیہ قدسیہ رضویہ پر صُبح صادق سے چہل پہل اور انتظامات پُرانی حویلی (یعنی آبائی مکان جس میں حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب منجھلے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قیام ہے) مجلس میلادِ فیض بنیاد کے جلد جلد انتظامات ہو رہے ہیں...... گھر گھر میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں...... کوئی غسل کر رہا ہے...... تو کوئی بہترین لباس پہن کر مسجد شریف میں نمازِ فجر کے لیے حضور کی آمد کا منتظر ہے...... ہر خورد و کلاں خوشی سے پھولا نہیں سماتا ہے...... غرض مریدین و معتقدین و متوسلین جسے دیکھیے...... نئے لباس میں دوڑا اچلا آ رہا ہے...... مسجد میں صف بندیاں ہوتی چلی جا رہی ہیں...... مختصر یہ کہ حضور کاشانۂ اَقدس سے تشریف لاتے ہیں...... فریضۂ فجر ادا کیا جاتا ہے اور جس وقت فارغ ہوتے ہیں تو قریب مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی ہے...... اب ہر شخص اس کا منتظر ہے کہ حضور وَظائف سے فارغ ہو جائیں تو دست بوسی کی جائے...... چناں چہ بعدِ فراغت دست بوس ہوتے جاتے تھے...... اور جلد جلد مجلس شریف میں منبر شریف کے قریب تر مل مل کر بیٹھے جاتے ہیں...... اور اس اِضطراب کی وجہ دراصل یہ ہے کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ کے سال میں صرف تین ہی بیان ہوتے ہیں...... اس لیے بایں خیال کہ ہمیں منبر کے قریب جگہ مل جائے...... مجمع بہت پہلے سے ہو گیا...... مدّاح

الحبیب مولوی جمیل الرحمٰن خاں صاحب قادری رضوی نے مع اپنے شاگردوں کے منبر شریف پر آ کر ذکرِ فضائل سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور پُر کیف نعت خوانی خوش الحانی کے ساتھ شروع فرما دی......اور ٹھیک ۱۰ ربجے ذکرِ میلاد کا آغاز فرمایا......عین قیام کے وقت حضور نے شرکت فرمائی اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے......10،20 رمنٹ حضور نے سکوت اختیار فرمایا کہ تشریف آوری پر باہر سے ایک دم ہجومِ شائقین کا سیلابِ عظیم آجانے سے چپقلش پیدا ہوگئی تھی......اور ایک پر ایک ریلا آنے سے گر رہا تھا...... یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے خواہر زادے حاجی شاہد علی خاں صاحب نے بآوازِ بلند مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ دُرود شریف پڑھتے جایئے، اور آگے بڑھتے جایئے......اسی طرح گنجائش ہوئی......آپ نے چند بار یہی ہدایت دہرائی......اور گنجائش نکالی......مگر پھر بھی دروازے پر مجمع موجود تھا تو آپ نے توجہ دلائی کہ ہر ایک صاحب دونوں زانوں اُٹھالیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں......

مختصر یہ کہ پھر دروازے کے سامنے کا ہجوم نہ کم ہونا تھا، نہ کم ہوا...... ہاں ابتداءً جیسا شور وغل بڑھا، وہ بالکل جاتا رہا......اس کے بعد حضور کے لیے گلدان اور گلاس پانی کا آیا...... حضور نے غرارہ فرما کر وعظِ مبارک اِن الفاظِ کریمہ میں شروع فرمایا......(۳۶)

امام احمد رضا بریلوی مولود شریف پر نہایت مدلل خطاب فرماتے......قرآنیات اور فرامین رسول سے تقریریں مملو ہوتیں......زبان و بیان نہایت نفیس......لب و لہجے میں چڑھاؤ و اُتار اور چشم و ابرو کے اشارے بھی ہوتے......وعظ و خطاب میں بلا کی تاثیر ہوتی......اثر و نفوذ کا یہ عالم ہوتا کہ سامعین اُٹھنے سے پہلے اپنے گناہوں کے دھبوں اور سیاہیوں کو توبہ و انابت کے اشکوں سے دھوڈالتے......

مہتمم بیت القرآن پنجاب لائبریری ڈاکٹر عابد علی نے آپ کا خطاب سنا تھا......منبر پر خطاب کرتے آپ کو دیکھا تھا......اپنا مُشاہدہ اور چشم دید واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

''آواز اَز حد شیریں اور گداز تھی، آپ کا وعظ نہایت مؤثر ہوتا تھا، میں اگرچہ بچہ تھا، مگر

اُس کے باوجود آپ کے مواعظ میں میرے لیے کوئی کشش ضرور تھی، اکثر مجھ پر اِنہماک طاری ہوجاتا اور حاضرین کی حالت تو اِس سے بڑھ کر ہوتی تھی، مجھے یہ محسوس ہوتا کہ طبیعت کے اعتبار سے آپ کا وعظ خاصا طویل اور مفصّل ہوتا ہوگا، وعظ میں دل چسپی پیدا کرنے کے لیے آپ حکایاتِ ماثُورہ بھی بیان فرماتے، مگر آپ کے مواعظ کی اصل بنیاد آیات اور احادیث پر قائم ہوتی تھی۔'' (۳۷)

مولودنگاری پر تصانیفِ امام احمد رضا:

محترم قارئین! یہاں آپ نے اس سلطانِ عشق کے عقیدت ومحبت کی ایک مختصر سی جھلک دیکھی ......اب امام احمد رضا محقق بریلوی کی مولودنگاری سے متعلق مستقل تحریری خدمات کا بھی ایک مختصر جائزہ ملاحظہ فرمائیں......

امام احمد رضا بریلوی ایک عظیم مولودنگار، جس کی مولودنگاری کا اوّلین امتیاز یہ ہے کہ میلادنگاروں کے مخصوص موضوعات میں سے ایک موضوع نورِ محمدی کا بیان ہے، اس سلسلے میں معتبر اسانید کے ساتھ بہت سی روایات موجود ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی نے اپنی مولودنگاری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے میلاد کے ذکر کو نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شروع کیا ہے۔ جس پر آپ کی بہترین تحقیق اَنیق تَجَلِّی الْیَقِیْن ہے۔

امام احمد رضا بریلوی ایک عظیم مولودنگار، جس نے 1311ھ میں اپنے والد بزرگوار مفتی محمد نقی علی خاں کی میلاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق تحقیق اَنیق ''اِذَاقَةُ الْاٰثَام لِمَانِعِیْ عَمَلِ الْمَوْلِدِ وَالْقِیَام '' (المعروف ''میلاد وقیام'') پر......رَشَاقَةُ الْکَلَام فِیْ حَوَاشِیْ اِذَاقَةِ الْاٰثَام کے نام سے حواشی تصنیف فرمائے......

امام احمد رضا بریلوی ایک عظیم مولودنگار، جس نے 1299ھ میں میلاد شریف کی محفل میں قیامِ تعظیمی کے ثبوت میں ایک تحقیقی کتاب: اِقَامَةُ الْقِیَامَة عَلٰی طَاعِنِ الْقِیَامِ لِنَبِیِّ تِہَامَة (1299ھ) (نبی تہامہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے قیامِ تعظیمی پر طعن کرنے والے پر قیامت

ڈھانا) تصنیف فرمائی......جس میں قیامِ تعظیمی کے دلائلِ قاہرہ سے ثبوت فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ، اُس کے منکرین کا ردِ بلیغ بھی فرمایا......

امام احمد رضا بریلوی ایک عظیم مولود نگار، جس نے 1300ھ میں ایک منکرِ میلاد کے رد میں محفلِ میلاد پر تحقیقی تصنیف ''اَلنَّذِیْرُ الْحَآئِل لِکُلِّ جِلْفٍ جَآئِل'' تحریر فرمائی......

امام احمد رضا بریلوی ایک عظیم مولود نگار، جس نے 1305ھ میں اپنے استاذِ گرامی کے پوچھے گئے 'افضل المرسلین' کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں ایک تحقیقی کتاب ''تَجَلِّی الْیَقِیْن بِاَنَّ نَبِیَّنَا سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْن'' تصنیف فرمائی......جو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل واوصافِ جمیلہ کے ذکر کے ساتھ ساتھ ایک زبردست علمی و تحقیقی میلاد نامہ بھی ہے......اور امام احمد رضا بریلوی نے اپنی اِس تصنیف لطیف میں جہاں میلادِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے متعلق آیات و احادیث کریمہ جمع کیں، وہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فضائل اور ولادتِ مقدّسہ سے لے کر فتح مکہ تک کے تمام حالات وواقعات مکمل وضاحت اور تفصیل سے بیان کیے ہیں......اِس کتاب کے چار ابواب ہیں اور ہر باب کا نام ''ہیکل'' تجویز کیا ہے۔اس میں آیاتِ قرآنی واحادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ''سیّد المرسلین'' اور ''خاتم النبیین'' ہیں۔

امام احمد رضا ایک عظیم مولود نگار، جس نے 1317ھ میں ایک عمدہ Research پر مشتمل کتاب ''نُطْقُ الْهِلَال بِاَرْخِ وِلَادِ الْحَبِیْبِ وَالْوِصَال'' (۱۳۱۷ھ)(حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تاریخ ولادت و وِصال پر ہلال کی گواہی) تحریر فرمائی......جس میں ولادتِ مبارکہ اور وصالِ اقدس کی صحیح تاریخوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے......

امام احمد رضا بریلوی ایک عظیم مولود نگار، جس کی اب تک میلاد شریف پر ایک تحقیق اَنیق بنام ''سلام وسیر'' غیرِ مطبوعہ ہے......جو کہ 1322ھ میں تحریر کی گئی......جس میں ولادتِ اقدس تا وصال شریف کا بیان موجود ہے......

امام احمد رضا بریلوی ایک عظیم مولود نگار،جس نے 1329ھ میں حضور پُرنور سید عالم ﷺ کی ولادتِ مقدّسہ کے روشن باب میں آپ ﷺ کے نور کی تخلیق اور سب سے پہلے نورِ مصطفیٰ کے وجود و پیدائش کے دلائل پر مشتمل ''صِلَاتُ الصَّفَاءِ فِیْ نُوْرِ الْمُصْطَفٰی ﷺ'' تحریر فرمائی......اس تحقیقی تصنیف میں امام احمد رضا بریلوی نے مولود شریف کے ذکر میں سب سے پہلے نورِ مصطفیٰ ﷺ کی تخلیق و پیدائش کو دلائل و براہین سے ثابت کیا ہے اور اِس کے آخر میں اپنے معاصر فاضل، علامہ حبیب علی علوی کی ایک کتاب پر اپنی تحریر کردہ ایک تقریظ کو بھی شامل کیا۔

امام احمد رضا بریلوی ایک عظیم مولود نگار،جس نے 1299ھ میں میلاد شریف کے موضوع پر ایک اور تحقیقی کتاب ''اَلنَّعِیْمُ الْمُقِیْم فِیْ فَرْحَۃِ مَوْلِدِ النَّبِیِّ الْکَرِیْم'' تحریر فرمائی......جس میں میلاد شریف پر خوشیاں منانے کا ثبوت ہے۔

منظوم مولود نگاری:

امام احمد رضا بریلوی ایک عظیم مولود نگار،جس نے مولود نگاری کے بیان میں نثر کے علاوہ اپنی میلادیہ ونعتیہ شاعری میں بھی جا بہ جا مولود نگاری کے حوالے سے کبھی نہ بجھ سکنے والے چراغ روشن کیے......آپ کا شہرۂ آفاق دیوان ''حدائق بخشش'' سینکڑوں نعتیہ کلام کا مجموعہ ہے......جس میں مکمل کلاموں کے ساتھ ساتھ رُباعیات اور میلاد وغیرہ موضوعات پر مختلف اَشعار بھی شامل ہیں...... 47 رمطلعے، صنائع بدائع، محاورات، زورِ بیاں، برجستگی اور سلاست و روانی پر مبنی 59 راَشعار پر مشتمل ''قصیدۂ نور'' محافل میلاد میں ذوق وشوق سے پڑھا جاتا ہے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

امام احمد رضا بریلوی اپنے اس قصیدے میں میلادِ اقدس کا جشن مناتے ہوئے قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ (سورۃ المآئدۃ:۱۵) کی بہترین تفسیر بیان کی ہے......میلادِ

مصطفیٰ ﷺ کے پاکیزہ اور مقدس موضوع پر سخن آزمائی کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی نے شریعت کے تقاضوں کی پاس داری کی تو اُسے شہرتِ دَوام اور قبولیتِ عام نصیب ہوا......

امام احمد رضا بریلوی نے جہاں بھی مولود نگاری فرمائی، اس میں شعری انفرادیت اور ندرتِ خیال، دل کش انداز سے جھلکتی ہے......قربِ الٰہی، زمان ومکان اور اَطراف وحدود کے تعینات اور سیرت کے مشاہدات، رسالت مآب ﷺ کا مترنم بحر اور نشاطیہ آہنگ میں بیان ہوتا ہے......امام احمد رضا بریلوی کا لکھا ہوا سلام ع

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

اس قدر زبان زد خاص وعام ہے کہ ہر ذی شعور اس سے بخوبی واقف ہے...... 167/اشعار پر مشتمل سراپاے اطہر میں نبی کریم ﷺ سے عقیدت اور شیفتگی و وابستگی کی شدت کا اظہار، زورِ بیاں میں علمی وجاہت، مثنوی کی سی روانی اور قصیدوں کا سا شکوہ......امام احمد رضا بریلوی کی شعری استعداد اور فنی مہارت کا بیّن ثبوت ہے......سلام کا ہر شعر موتیوں میں تولنے کے قابل ہے......امام احمد رضا بریلوی نے اپنے اس سلام میں مولود نگاری کے پہلوؤں کو کچھ اس طرح ملحوظِ خاطر رکھا کہ حضور نبی کریم رحمۃ للعالمین ﷺ کا سراپا اور عہدِ طفولیت سے لے کر عہدِ نبوت تک کا نقشہ ایسے دل پذیر انداز میں کھینچا ہے کہ آپ ﷺ کی مکمل سیرتِ مقدسہ سامنے آجاتی ہے......

حدائقِ بخشش میں منظوم مولود نگاری:

جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں بیان کیا گیا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی نے جس طرح نثر میں مولود نگاری کے جلوے دکھائے ہیں، اُسی طرح منظوم مولود نگاری کے جلوؤں سے بھی قارئین کی نگاہوں کو ضیا بخشی ہے۔

یہاں اس کی کچھ مثالیں ہدیۂ قارئین کی جارہی ہیں،

پہلے سلامِ رضا کے وہ نو (9) اشعار ہدیۂ قارئین کیے جا رہے، جن میں حضور نبی

اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادتِ باسعادت، بچپن، رضاعت، رضاعی والدہ اور رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے تعلقات کا ذکر ہے، اُن کے ساتھ ہی پھر ولادت سے متعلق دیگر اشعار بھی پیش کیے جائیں گے۔

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دِل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

پہلے سجدے پہ روزِ ازل سے دُرود
یادگاریِ اُمّت پہ لاکھوں سلام

زَرعِ شاداب و ہر ضَرعِ پُر شیر سے
برکاتِ رضاعت پہ لاکھوں سلام

بھائیوں کے لیے ترکِ پستاں کریں
دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام

مہدِ والا کی قسمت پہ صدہا دُرود
بُرجِ ماہِ رسالت پہ لاکھوں سلام

اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اُس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام

اٹھتے بوٹوں کی نَشو و نما پر دُرود
کھلتے غنچوں کی نکہت پہ لاکھوں سلام

فضلِ پیدائشی پر ہمیشہ دُرود
کھیلنے سے کراہت پہ لاکھوں سلام

اِعتلائے جبلّت پہ عالی دُرود
اعتدالِ طَوِیت پہ لاکھوں سلام

دو شنبہ مصطفیٰ کا جمعہ آدم سے بہتر ہے
سکھانا کیا لحاظِ حیثیت خوئے تأمّل کو

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مُجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھرتھرا کر گر گیا

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائشِ مولیٰ کی دھوم
مِثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہوجائیں عدُو جل کر مگر ہم تو رضاؔ
دم میں جب تک دم ہے ذکر اُن کا سناتے جائیں گے

مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیاتِ وِلادت کیجیے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل
''یَا رَسُول اللہ'' کی کثرت کیجیے

وقتِ پیدائش نہ بھولے
کَیُفَ نُنُسیٰ کیوں قضا ہو

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغِ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا
مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا
بارہ برجوں سے جھکا ایک اِک ستارہ نور کا
اُن کے قصرِ قدر سے خلد ایک کمرہ نور کا
سِدرہ پائیں باغ میں ننھا سا پودا نور کا

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ
لَوْ لاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

☆☆☆

حوالہ جات:

(۱) مظفر عالم صدیقی، ڈاکٹر، اردو میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فکشن ہاؤس، طباعت ۱۹۹۸ء، لاہور، صفحہ ۳۷۔

(۲) انور محمود خالد، پروفیسر، ڈاکٹر، اردو نثر میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، طباعت ۲۰۲۱ء، لاہور، ص ۲۹۴۔

مزید کثیر تعداد کی تفصیل:

مفتی اکرام المحسن فیضی کی تالیفِ لطیف ''میلاد نامے تاریخ، تعارف، فہرست (جلد دوم)''، ''قاموس الکتب اردو (جلد اوّل)'' اور ڈاکٹر قاضی شہاب الدین کا پی ایچ ڈی مقالہ ''اردو میں میلاد نامے'' ناگپور یونی ورسٹی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۳) ہمایوں عباس شمس، ڈاکٹر، علوم السیرۃ، طباعت ۲۰۲۰ء، پروگریسو بکس، لاہور، ص ۱۳۸۔

(۴) مظفر عالم صدیقی، ڈاکٹر، اردو میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، فکشن ہاؤس، طباعت ۱۹۹۸ء، لاہور، ص ۱۹۔ ۱۴۳۔

(۵) احمد رضا بریلوی، امام، الملفوظ۔

(۶) مشمولہ رسائلِ میلادِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ۸۷ صفحات، فہرست کتب خانۂ پنجاب، مطبوعہ نول کشور ۱۳۰۲ھ اردو مولود نمبر ۱۵۷۳۔

مجموعۂ رسائل: میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانا امّتِ محمدیہ کا متفقہ عمل، مطبوعہ والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۲ صفحات۔

(۷) مطبع منشی علی حسین لکھنؤ، انڈیا، ۸۳ صفحات، تسہیل وتخریج کے ساتھ ۱۴۳۳ھ میں سنّی یوتھ ونگ مرکز اولیاء لاہور سے طبع ہوئی، ۶۴ صفحات، مجموعۂ رسائل: میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانا امّتِ محمدیہ کا متفقہ عمل، مطبوعہ والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور، ۵۸ صفحات۔

(۸) نظامی پریس، بدایوں، مرآۃ التصانیف، ص ۱۰۳، مکتبۂ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

(۹) مرآۃ التصانیف، ص: ۲۵۸، مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور۔

(۱۰) تذکرۂ مشاہیرِ کاکوری، ص ۲۸۲، مطبوعہ مطبع اصح المطابع، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ، اذکار الابرار، ص ۴۹۹ مطبوعہ شاہی پریس لکھنؤ۔

(۱۱) بحوالہ: ''اردو میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''، ص ۴۵۹

(۱۲) مطبع اہل سنّت وجماعت، بریلی، ۱۳۳۱ھ، ۶۴ صفحات۔

(۱۳) مفید عام پریس آگرہ سے شائع ہوا، کل صفحات ۶۰، نیز مولانا ارشاد عالم نعمانی نے تخریج وترجمہ کیا، جو رسولِ اعظم اکیڈمی کان پور انڈیا سے ۱۴۳۹ھ بمطابق ۲۰۱۸ء میں طبع ہوا، نیز اسی کا عکس ورلڈ ویو پبلشرز لاہور سے ۱۴۴۱ھ بمطابق ۲۰۱۹ء میں طبع ہوا، جس کے کل صفحات ۳۳۴ ہیں۔

(۱۴) تذکرۂ مشاہیرِ کاکوری، ص ۱۲۲، مطبع اصح المطابع، وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ۔

(۱۵) مشمولہ رسائل میلاد الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص ۱۱۵ تا ۱۵۱، مکتبۂ حنفیہ، گنج بخش روڈ، لاہور۔

(۱۶) مشمولہ مجموعۂ رسائل میلادِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مرتبہ میثم عباس قادری رضوی، ص ۱۰۱، مطبوعہ والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور، ربیع الاوّل ۱۴۴۰ھ۔

(۱۷) مطبوعہ (طبع جدید) عالمی دعوت اسلامیہ، فصیح روڈ اسلامیہ پارک، لاہور، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء، صفحات ۱۲۶۔

(۱۸) مطبوعہ اللہ والے کی قومی دکان، لاہور، ۹۵ صفحات، اسلامی کتب خانہ، سیالکوٹ، مکتبہ طلوعِ سحر، سیالکوٹ، ۱۰۲ صفحات۔

(۱۹) بحوالہ: ''اردو میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''، ص ۶۹۶۔

(۲۰) مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، ۱۹۸۱ء، بحوالہ: ''اردو میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم''، ص ۶۹۶۔

(۲۱) مطبع محمدی، بمبئی اور رتن اینڈ کو، دہلی، ۱۹۴۰ء، ۱۲۰ صفحات، انوارِ علماءِ اہل سنّت سندھ، ص ۱۰۱، مطبوعہ زاویہ

پبلشرز، لاہور۔

(۲۲) شعبۂ اشاعت، مرکزی انجمن حزب الاحناف، لاہور، ۳۲ صفحات، مقبولِ عام پریس، لاہور، مرآۃ التصانیف، ص ۵۱۔

(۲۳) غیر مطبوعہ، تاریخ تصنیف ۱۴ر محرم الحرام ۱۳۶۰ھ، کل صفحات ۲۲، بخطِ مصنف، حیاتِ ملک العلماء، ص ۱۷، جہانِ ملک العلماء، ص ۴۶۶، ۴۸۵، مطبوعہ انجمن برکاتِ رضا، ممبئی۔

(۲۴) بزمِ عاشقانِ مصطفیٰ، لاہور، ۱۴۱۶ھ، ۲۲ صفحات، نوری مشن مالیگاؤں، ۲۴ صفحات۔

(۲۵) گلوبل اسلامک مشن، انک نیو یارک، یو، ایس، اے، ۶۵ صفحات۔

(۲۶) انجمن حزب الاحناف لاہور، ۱۹۲۰ء، ۵۰ صفحات، فہرست ذخیرۂ کتب حکیم محمد موسیٰ امرتسری، ج ۲، ص ۱۵۹، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور۔

(۲۷) مشمولہ میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرآن وسنت کی روشنی میں، ص ۱۲۵ تا ۱۵۷، والضحیٰ پبلی کیشنز، لاہور۔

(۲۸) آلِ عمران، آیت: ۸۱۔ ۸۲۔

(۲۹) توفیق احسن، علامہ مفتی، فکر رضا کے جلوے، کتاب محل، طباعت 2016، لاہور، ص 190۔

(۳۰) ظفر الدین بہاری، علامہ، حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۱۷۔

(۳۱) ظفر الدین بہاری، علامہ، حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۱۱۵۔

(۳۲) احمد رضا خاں بریلوی، امام اہل سنّت، فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳، ص ۷۴۸۔

(۳۳) احمد رضا خاں بریلوی، امام اہل سنّت، فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۳، ص ۷۵۴۔

(۳۴) احمد رضا خاں بریلوی، امام اہل سنّت، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص ۲۴۶۔

(۳۵) احمد رضا خاں بریلوی، امام اہل سنّت، فتاویٰ رضویہ، ج ۲۳، ص ۱۲۷۔

(۳۶) ظفر الدین بہاری، علامہ، حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۱۹۱۔

(۳۷) حیاتِ رضا کی نئی جہتیں، ص ۱۶۱۔

☆☆☆

درودیہ سیرت نگاری کی رعنائیاں
خطبۂ فتاویٰ رضویہ کا تحقیقی وادبی مطالعہ

پروفیسر دلاور خان، کراچی

تعارف:

جب عشق قلم کو چھوتا ہے تو لفظ درود بن جاتا ہے، اور جب درود علم کے آستانے پر اُترتا ہے تو سیرت نگاری کا ایک نیا باب کھلتا ہے۔ سیرت شناس امام، احمد رضا خان بریلوی نے اسی نورانی نسبت کو اپنی علمی زندگی کی اساس بنایا۔ ان کے نزدیک سیرتِ رسول ﷺ محض واقعات کا تسلسل نہیں بلکہ انوارِ معرفت کا وہ بحرِ بیکراں ہے جس سے فقہ کو بصیرت، عقیدہ کو استحکام اور روح کو طمانیت ملتی ہے۔ چنانچہ جب وہ درود لکھتے ہیں تو یہ الفاظ کی ترتیب نہیں رہتی، بلکہ دل کی حضوری اور فکر کی بندگی کا اظہار بن جاتی ہے۔

بالخصوص ''فتاویٰ رضویہ'' کے خطبے میں درودیہ سیرت نگاری اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ یہاں القاباتِ نبوی، استعاراتِ بلیغہ، اور علمی اشارات اس انداز سے باہم پیوست ہیں کہ ہر لفظ حضور اکرم ﷺ کے کسی نہ کسی وصف وامتیاز مبارکہ کا آئینہ دار بن جاتا ہے۔ کتب کے نام ہوں یا ائمہ واکابر کے تذکرے، سب کو اس مہارت سے پرویا گیا ہے کہ وہ سیرت کے گلشن میں کھلتے ہوئے پھول محسوس ہوتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کی درودیہ سیرت نگاری کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انھوں نے کتب اور شخصیات کے ناموں کو محض حوالہ یا تذکرہ کے طور پر پیش نہیں کیا، بلکہ انھیں فصاحت وبلاغت کے ایسے پیرائے میں پرویا کہ وہ خود خصائصِ نبوی کا روپ

دھار لیتے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد اوّل کے خطبۂ درودیہ میں جب مختلف فقہی و علمی کتب کے نام آتے ہیں تو وہ الگ الگ عنوانات نہیں رہتے، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ جامعیت، بحرِ علمیت اور منبعِ ہدایت ہونے کی تمثیل بن جاتے ہیں۔ گویا ہر کتاب کا نام ایک استعارہ ہے اور ہر شخصیت کا ذکر ایک سیرتی وصف کی علامت۔ یہ اسلوب محض صنعتِ ترصیع یا لفظی حسن نہیں بلکہ ایک گہری فکری حکمت کا مظہر ہے۔ کتب کے نام جب ''بحر''، ''در''، ''کنز''، ''نور'' اور ''فتح'' جیسے الفاظ کے ساتھ آتے ہیں تو وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کے گرد معنوی ہالہ بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ائمہ و اکابر کے اسما جب ذکر ہوتے ہیں تو وہ سب فیضانِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مظاہر کے طور پر جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اس طرح اعلیٰ حضرت نے ناموں کو اوصاف میں اور اوصاف کو سیرت میں ڈھال کر ایک ایسا بلاغی شاہکار تخلیق کیا جس میں علم، ادب اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک ہی لڑی میں پروئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی وہ فنی و روحانی کمال ہے جو ان کی درودیہ سیرت نگاری کو منفرد اور لافانی بناتا ہے۔

خطبہ کا عربی متن:

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى الإِمَامِ الأَعْظَمِ لِلرُّسُلِ الْكِرَامِ، مَالِكِي وَشَافِعِي أَحْمَدُ الْكِرَامُ يَقُولُ الحَسَنُ بِلَا تَوَقُّفٍ مُحَمَّدُ الحَسَنُ أَبُو يُوسُفٍ فَإِنَّهُ الأَصْلُ الْمُحِيطُ لِكُلِّ فَضْلٍ بَسِيطٍ وَوَجِيزٍ وَوَسِيطٍ، الْبَحْرُ الزَّخَّارُ وَالدُّرُّ الْمُخْتَارُ وَخَزَائِنُ الْأَسْرَارِ وَتَنْوِيرُ الْأَبْصَارِ وَرَدُّ الْمُحْتَارِ عَلَى مَنحِ الْغَفَّارِ وَفَتْحُ الْقَدِيرِ وَزَادُ الْفَقِيرِ وَمِلْتَقَى الْأَبْحُرِ وَمَجْمَعُ الأَنْهَارِ وَكُنُوزُ الدَّقَائِقِ وَتَبْيِينُ الْحَقَائِقِ وَالْبَحْرُ الرَّائِقُ، مِنْهُ يُسْتَمَدُّ كُلُّ نَهْرٍ فَوَائِقَ فِيهِ، الْمَنِيَّةُ وَبِهِ الْغِنَى وَمَرَاقِي الْفَلَاحِ وَإِمْدَادُ الْفَتَّاحِ وَإِيضَاحُ الْإِصْلَاحِ، نُورُ الْإِيضَاحِ وَكَشْفُ الْمُضْمَرَاتِ وَحَلُّ الْمَشَاكِلِ وَالدُّرَرُ الْمُنْتَقَى وَيَنَابِيعُ الْمُبْتَغَى وَتَنْوِيرُ الْبَصَائِرِ وَزَوَاهِرُ الْجَوَاهِرِ الْبَدَائِعِ النَّوَادِرُ، الْمَنْزَهُ وُجُوبًا عَنِ الأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ، مُغْنِي السَّائِلِينَ وَنِصَابُ الْمَسَاكِينِ الْحَاوِي

الْقُدُسِيِّ، كُلُّ كَمَالٍ قَدُسِي وَإِنْسِي، الْكَافِي الْوَافِي الشَّافِي الْمُصَفَّى الْمُصْطَفَى الْمُنْتَقَى الصَّافِي، عُدَّةُ النَّوَازِلِ وَأَنْفَعُ الْوَسَائِلِ لِإِسْعَافِ السَّائِلِ، بِعُيُونِ الْمَسَائِلِ عُمْدَةُ الْأَوَاخِرِ وَخُلَاصَةُ الْأَوَائِلِ.

وَعَلٰى آلِه وَصَحْبِه وَحِزْبِهِمْ صَابِيحَ الدُّجٰى وَمَفَاتِيحَ الْهُدَى، لَاسِيَّمَا الشَّيْخَيْنِ الصَّاحِبَيْنِ الْآخِذَيْنِ مِنَ الشَّرِيعَةِ وَالْحَقِيقَةِ بِكِلَا الطَّرَفَيْنِ، وَالْخُتَنَاءِ الْكِرَامِ كُلٌّ مِنْهَا نُورُ الْعَيْنِ وَمَجْمَعُ الْبَحْرَيْنِ، وَعَلٰى مُجْتَهِدِي مِلَّتِه وَأَئِمَّةِ أُمَّتِه خُصُوصًا الْأَرْكَانِ الْأَرْبَعَة وَالْأَنْوَارِ اللَّامِعَةِ وَابْنِهِ الْأَكْرَمِ الْغَوْثِ الْأَعْظَمِ، ذَخِيرَةُ الْأَوْلِيَاءِ وَتُحْفَةُ الْفُقَهَاءِ، وَجَامِعُ الْفُصُولَيْنِ فُصُولُ الْحَقَائِقِ وَالشَّرِيعَةِ الْمُهَذَّبِ بِكُلِّ زِينَةٍ، وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ وَبِهِمْ وَلَهُمْ، يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ، آمِينَ آمِينَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

ترجمہ:

درود وسلام ہو اس پر، جو تمام معزز انبیا کے امامِ اعظم ہیں۔ وہی مالک ومختار، شافع جزا اور احمد مکرم ہیں۔ حسن کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یوسف کی طرح حسنِ سرمدی کے مالک ہیں، جو ہر فضیلت، چھوٹی بڑی، مختصر یا طویل، سب کچھ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فصاحت کا بحرِ زخار، کمالات کا درِ مختار، خزائن اسرار اور روشنی ابصار ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ اقدس حیرت زدہ لوگوں کو اللہ غفار کی عطاؤں کی طرف پلٹاتی ہے، فقیروں کا زادِ راہ ہے، معرفت کے سمندروں کا سنگم اور فیوض کی نہروں کا منبع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقتوں کے روشن ترجمان، مسائل کے حل کنندہ اور دلوں کی روشنیاں ہیں۔ ہر لفظ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی نہ کسی بلیغ صفت کا آئینہ دار ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائلوں کے غنی، مسکینوں کے نصیب دار، اور تمام کمالاتِ انسانی وملکوتی کے جامع ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کافی، وافی، شافی، مصفیٰ، مصطفیٰ، منتخب اور صاف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حوادثِ زمانہ میں سہارا، سائل کی حاجت کے لیے بہترین وسیلہ، اور پچھلے و آنے والے تمام دور کے لیے رہنمائی کا محور ہیں۔

نورانی تمہید اور قلبی محبت:

درود یہ سیرت نگاری کا آغاز ہی درود و سلام سے ہوتا ہے، جو قلبی محبت اور عقیدت کی روشنی میں ڈوبا ہوا ہے۔ یہ آغاز قاری کو روحانی فضا میں لے جاتا ہے، جہاں علم و محبت یک جا ہو کر سیرت کی بصیرت پیدا کرتے ہیں۔

فضائل کی جامعیت:

امام احمد رضا خان نے بیان کیا کہ نبی اکرم ﷺ ہر فضیلت کے لیے بحرِ محیط ہیں۔ علمی و روحانی اعتبار سے یہ اس بات کا اظہار ہے کہ آپ ﷺ کے کمالات کسی جزوی یا محدود درجہ میں نہیں، بلکہ تمام فضائل کا مجموعہ ہیں۔

فصاحت و بلاغت:

ہر لفظ استعارات، القاباتِ بلیغہ اور معنوی گہرائی سے مزین ہے۔ درود یہ سیرت نگاری میں یہ فصاحت اور بلاغت قاری کے ذہن و دل پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔

راز و اسرار کا بیان:

خطبہ میں ذکر ہے کہ نبی اکرم ﷺ خزائن اسرار اور تنویر ابصار ہیں۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ درود یہ نگاری نہ صرف لفظی حسن بلکہ علم و معرفت کے اسرار بھی ظاہر کرتی ہے۔

مشکل کشائی اور رہنمائی:

آپ ﷺ مشکلات کا حل، فیوض کا منبع اور مرادوں کا چشمہ ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیرت نگاری قاری کے فکری اور روحانی مسائل کے حل کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔

بلیغ خصائصِ نبوی ﷺ کا آئینہ دار:

ہر لفظ، ہر استعارات اور ہر تذکرہ نبی اکرم ﷺ کے کسی نہ کسی بلیغ وصف کا مظہر ہے۔ کتب و شخصیات کے نام بھی سیرت میں جلوہ کرتے ہیں اور علم و محبت کو فصاحت و بلاغت کے ساتھ پرو دیتے ہیں۔

روحانی فیوض اور وجدانی اثر:

یہ درود اور سیرت نگاری قاری کو صرف مطالعہ کی دعوت نہیں بلکہ وجدانی اور روحانی تعلق میں مبتلا کرتی ہے۔ اس سے قاری کے قلب میں محبت رسول ﷺ کے انوار روشنی ڈالتے ہیں۔

سائل و فقیر کی مددگار شخصیت:

امام احمد رضا خان کے خطبہ میں بیان ہے کہ نبی ﷺ سائل و فقیر کے مغنی اور نجات دہندہ ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سیرت نگاری انسانیت، ہمدردی اور رحمت کا بھی سبق دیتی ہے۔

علم و حکمت کا امتزاج:

درود یہ سیرت نگاری میں علم فقہ، عقیدہ اور تصوف کو محبت رسول ﷺ کے محور پر جمع کیا گیا ہے، جو علمی اور روحانی دونوں جہتوں کا حسین امتزاج پیش کرتی ہے۔

کمالاتِ ملکوتی و انسانی کا جامع وجود:

خطبہ میں امام احمد رضا خان نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ تمام کمالاتِ انسانی و ملکوتی کے جامع ہیں۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ سیرت نگاری میں انسان کی تمام جہات، علمی و اخلاقی و روحانی، شامل اور مربوط ہو سکتی ہیں۔

اختتامیہ:

سیرت شناس امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی کی درود یہ سیرت نگاری کا ایک نہایت نادر اور منفرد پہلو یہ ہے کہ انھوں نے محض القابات و اوصاف کی فہرست پیش نہیں کی، بلکہ کتبِ فقہ اور ائمہ و شخصیاتِ اسلام کے ناموں کو اس حسنِ ترتیب اور لطیف صنعت کے ساتھ اپنے درود یہ اسلوب میں سمو دیا کہ وہ سب کے سب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صفاتِ عالیہ کے مظاہر بن گئے۔

یہ اسلوب محض صنعتِ تجنیس یا لفظی مناسبت نہیں، بلکہ ایک عمیق فکری اور روحانی شعور کا مظہر ہے۔ مثال کے طور پر فقہی ذخیرے کی جلیل القدر کتابیں جیسے الدر المختار، رد المحتار، فتح القدیر، کنز الدقائق اور ملتقی الابحر ان سب کے نام جب خطبۂ درود میں وارد ہوتے ہیں تو وہ صرف کتابوں کے عنوان نہیں رہتے، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان کے استعارے بن جاتے ہیں:

درّ المختار، گویا ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کمالات کا منتخب موتی ہیں۔

فتح القدیر، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعے ربِ قدیر کی معرفت کے دروازے کھلتے ہیں۔

کنز الدقائق، کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بارگاہِ حق کے دقیق اسرار کے خزانے ہیں۔

ملتقی الابحر، یعنی علوم و معارف کے سمندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات میں آ کر ملتے ہیں۔

اسی طرح فقہاے کرام اور ائمۂ اسلام کے اسماے گرامی جب ذکر ہوتے ہیں تو وہ تاریخی تعارف سے بلند ہو کر سیرتی نسبت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ یوں ایک ہی اسلوب میں درود، سیرت، فقہ، تاریخ اور علمی روایت سب جمع ہو جاتے ہیں۔ یہ اسلوب قاری کو دوہرا فائدہ دیتا ہے:

۱۔ عشق و ادب کی فضا میں سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مشاہدہ۔

۲۔ اسلامی علمی ورثے اور فقہی سرمایہ سے تعارف۔

یہ وہ مقام ہے جہاں امام احمد رضا خان کی سیرت نگاری محض روایتی بیانیہ نہیں رہتی، بلکہ علمی تہذیب کی نمائندہ بن جاتی ہے۔ان کے قلم میں یہ ملکہ تھا کہ علمی اصطلاح کو روحانی لطافت عطا کر دیں، اور فقہی عنوان کو محبت رسول ﷺ کی چاشنی میں ڈھال دیں۔

درحقیقت یہ تفرد دیگر سیرت نگاروں میں شاذ و نادر بلکہ عنقا ہے۔اکثر سیرت نگار تاریخی ترتیب، روایتی حوالہ جات یا ادبی مرقع نگاری تک محدود رہتے ہیں؛ مگر یہاں ایک ہمہ گیر اسلوب سامنے آتا ہے جس میں:

فقہ، حدیث، تصوف، بلاغت، اور درود و سلام کی روحانیت یہ سب ایک لڑی میں پروے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ جامعیت اس بات کی دلیل ہے کہ امام احمد رضا خان نہ صرف سیرت شناس تھے بلکہ اسلامی علوم کے باہمی ربط اور مرکزیتِ مصطفیٰ ﷺ کے عمیق شعور سے بھی بہرہ مند تھے۔ ان کے نزدیک تمام علوم کا منبع و مرجع ذاتِ مصطفیٰ ﷺ ہے، اس لیے انھوں نے علمی کتابوں کے نام بھی اسی مرکز نور کے گرد گردش کرتے ہوئے دکھائے۔

یوں ان کی درودیہ سیرت نگاری محض نعتیہ اظہار نہیں بلکہ ایک فکری اعلان ہے کہ:

اسلامی علوم کی تمام نہریں اسی بحرِ مصطفیٰ ﷺ سے پھوٹتی ہیں اور اسی کی طرف لوٹتی ہیں۔

یہی وہ انفرادی شان اور ادبی و روحانی کمال ہے، جس نے امام احمد رضا خان کی سیرت نگاری کو ایک مستقل مکتبِ فکر اور فنی روایت کی صورت عطا کی، جہاں علم بھی ہے، عشق بھی؛ فقہ بھی ہے، معرفت بھی؛ اور ادب بھی ہے، درود بھی۔

☆☆☆

اخلاص پہ مبنی تھا ہر اقدام رضا کا

مولانا سلمان رضا فریدیؔ صدیقی، مسقط عمان

پیارا ہے دل و جاں سے اگر نام رضا کا
اخلاص سے دامانِ عمل تھام! رضا کا

ہر حال میں وہ ڈٹ گئے باطل کے مقابل
خود داری و بے باکی ہے پیغام رضا کا

پرواہ نہ کی اپنے لیے نَفْع و ضَرَر کی
ملت کے لیے وقف تھا ہر کام رضا کا

باطل نے ہر اک طَور بہت زور لگایا
حق سے نہ پھرا خامۂ بے دام رضا کا

مظلوم کے حق میں سدا آواز اٹھائی
ظالم پہ غضب ناک تھا ہر گام رضا کا

تا عمر کیا دین و شریعت کا تحفظ
ہے علم و عمل، نازشِ اسلام رضا کا

وہ سرحدِ ایماں کے ہیں جاں باز مجاہد
پھر کیوں نہ کریں دل سے ہم اکرام رضا کا

اپنوں کو بچھڑنے نہ دیا، دل سے لگایا
اے سُنّیو! یہ رنگ کرو عام رضا کا

آئی جو مدارس پہ، مساجد پہ کوئی زد
شمشیر بنا، بازوے گُلفام رضا کا

سب اہلِ سنن کو یدِ تدبیر سے جوڑا
اپناؤ! یہ اندازِ خوش انجام رضا کا

آگے بڑھو اور حق کی جماعت کو سنوارو
دیتا ہے صدا خامۂ اِرقام رضا کا

خوش رکھا اکابر کو، معاصر کو لیا ساتھ
یوں عزم نہ کوئی ہوا ناکام رضا کا

ہے ان کی رَوِش قوتِ اسلام و مسلماں
کردار ہے اک پیکرِ انعام رضا کا

تم یاد کرو مفتی اعظم کا وہ فتویٰ
حاکم سے لڑا ابن دل آرام رضا کا

تم کو وہی جرأت، وہی حق گوئی ملے گی
میخانۂ اختؔر سے پیو جام رضا کا

لا! پھر سے کہ اِس دَورِ فتن کو ہے ضرورت
ثانی کوئی اے گردشِ ایام رضا کا

خوشبوئے حدائق سے معطر ہیں دل و جاں
ہر شعر ہے اک نغمۂ الہام رضا کا

اب بھی ہیں وہ میقاتِ محبت کے حرم میں
عشقِ شہِ کونین ہے احرام رضا کا

کردار و عمل کیوں نہ ہوں تابندہ فریدؔی
اخلاص پہ مبنی تھا ہر اقدام رضا کا

☆☆☆

درمدحِ امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ

میرزا امجد رازیؔ

اے رضا ہر لفظ تیرا فیضِ عشقِ شاہ سے
گویا ہے نہرِ عدَن کا دُرّ روشن آب میں

اِنفلاقِ قُلزمِ اِلہام ہو جاتا ہے پھر
ڈالتا ہے جب تفکُّر کا تو توسَن آب میں

تھا قلم یا تھا عَصائے موسوی کا معجزہ
ہو رہی ہے غَرق اب تک فوجِ دُشمن آب میں

تیری آبِ تیغ سے اِیران و نَجد و قادیان
خوف سے لرزاں پڑے ہیں تا بہ گردن آب میں

صورتِ سونامی قہرِ الٰہی تھا کوئی
بہہ گیا جس میں بھون زادوں کا سب دھن آب میں

گرمی خورشیدِ خامہ ہے تری محشر نُما
اہلِ باطل ناک تک ڈوبے ہیں تَن تَن آب میں

تا بہ محشر بے ادب، گستاخ ہیں زیرِ عتاب
مثلِ قومِ نوح بخشا اِن کو مدفن آب میں

تیرا کہہ دینا اُقُولُ تھا وہ سیلابِ بُنیر
جو بہا کر لے گیا وہموں کے خرمن آب میں

آ گیا وقتِ ثنائے حضرتِ اَحمد رضا
ڈال دے رازیؔ تو اَب دستِ قلم زَن آب میں

☆☆☆

اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی ایمان افروز تشریح

شارح: مفتی محمد مجیب اشرف رضوی

ماضی قریب میں ہند کے اکثر علاقوں میں اشرف الفقہاء خلیفۂ حضور مفتی اعظم مفتی محمد مجیب اشرف رضوی کے کامیاب دورے ہوا کرتے تھے۔ جہاں آپ اپنے خطاب میں عقائد و اصلاح پر عمدہ نکات بیان فرماتے؛ وہیں ہر خطاب اعلیٰ حضرت کے کسی ایک شعر کی تشریح سے شروع ہوتا اور توضیح و تفہیم کے لعل و گہر لٹائے جاتے۔ محفل محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے مہک اٹھتی۔ علمی و ادبی نکات بیان ہوتے۔ تشریحی موتی نثار کیے جاتے۔ یہ مضمون بھی ان کے خطاب سے ماخوذ ہے۔ مدیر

ترے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحا عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، نہیں! بلکہ جسم میں جاں نہیں

شرح:

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو رب نے اُمّی بنایا ہے۔ اُمّی؛ وہ جس نے نہ کسی سے پڑھا ہے اور نہ کسی سے لکھنا سیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے اُمّی؛ یہ جاہل لوگوں (وہابیوں) نے کہا ہے ''اَن پڑھ'' اُمّی کا ترجمہ؛ کہا حضور اَن پڑھ تھے (معاذ اللہ)، اَن پڑھ کہتے ہیں جاہل کو؛ حضور اَن پڑھ نہیں تھے (بلکہ آپ نے) کسی سے پڑھا نہیں تھا اور علم کا دریا ایسا علم، ایسا علم کہ ؎

فَاِنَّ مِنۡ جُوۡدِكَ الدُّنۡيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنۡ عُلُوۡمِكَ عِلۡمَ اللَّوۡحِ وَالۡقَلَمِ

آپ کا علم ایسا ہے کہ آپ کے علم کا ایک حصہ ہے لوح وقلم کا علم، لوح میں کتنا علم ہے معلوم ہے؟ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا رَطۡبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیۡ كِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ (سورۃ الانعام:۵۹)

ارشاد فرماتا ہے رب کہ لوحِ محفوظ (میں) اتنا علم ہے کہ زمین، آسمان، خشک و تر میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی نہ ہو، ساری کائنات کا علم ہے، اور ہمارا عقیدہ سنو! ''یہ جو علم لوح و قلم کو ملا ہے وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کا ایک قطرہ ہے، ایک قطرہ۔'' بعض علما فرماتے ہیں: جیسے سمندر میں، اگر پرندے نے یوں چونچ بھگو دی اور نکالا تو چونچ کے اوپر پانی (کی) جتنی تری اور نمی ہے، اتنی ہی حقیقت ساری کائنات کا علم، پرندے کی چونچ پر جو پانی ہے وہ، اور حضور کا علم سمندر؛ جبریل کا علم، لوح و قلم کا علم، کائنات کا علم، ساری کائنات کا علم اور حضور کے علم کو (ان) دونوں کو سامنے رکھو تو پوری کائنات کا علم پرندے کی چونچ پر جو پانی کی تری ہے اتنا؛ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم اس کے مقابلے میں سمندر جیسا ہے، ایسا علم ہے، اور یہ (وہابی) بولتے کیا ہیں؟ ''دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہے۔'' اور (اے وہابی!) تجھے اپنے پیچھے کا علم ہے کہ کیا ہو رہا ہے؟... ایسے بدعقیدوں سے ہمیشہ دور رہنا اور اللہ کے گھر سے قریب ہو جانا! تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بلاغت نظام ایسا عظیم تھا کہ عرب کے وہ لوگ جو اپنے کلام کی فصاحت اور بلاغت پر ناز کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ہم ہی عرب ہیں؛ یعنی بولنا ہم کو آتا ہے، گفتگو کرنا ہم کو آتا ہے اور عرب کے علاوہ سب لوگ عجمی ہیں، عجم کے معنی گونگے (ہوتا ہے،) جن کو بولنا نہیں آتا ہے؛ ان (عربوں) کو اپنی زبان پر، اپنی بھاشا پر اتنا غرور تھا، اتنا غرور تھا کہ ساری دنیا کو اپنے سامنے وہ گونگا سمجھتے تھے، اتنا فخر و غرور ان کے پاس تھا۔

پروردگارِ عالم نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا فصیح بنا کر بھیجا اور علم - خدا نے خود عطا فرمایا۔ دنیا والوں سے پڑھنے کی تکلیف نہیں دی اپنے حبیب کو، کہ اِس استاد سے پڑھ لو، اُس استاد سے پڑھ لو۔ اگر دنیا میں کسی استاد نے اگر حضور کو پڑھایا ہوتا، تو موٹھ پر ڈنڈا باندھ کر کہتا کہ: میں نے نبی کو علم سکھایا ہے، تو پروردگارِ عالم نے ایسے مغروروں سے بھی حضور کو بچایا؛ اور پھر پڑھایا کس

نے؟ تو رب فرماتا ہے:

اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ (سورۃ الرحمٰن:۱۔۲)

رحمان نے نبی کو قرآن پڑھایا ہے۔ پڑھانے والا رب اور پڑھنے والے جناب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، (اللہ نے محبوب کو) کیا کیا پڑھایا ہوگا؟ تم سمجھ سکتے ہو؟ پڑھانے والا رب ہے، جس کی شان یہ ہے:

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیۡ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلۡمَلِكُ الۡقُدُّوۡسُ السَّلٰمُ الۡمُؤۡمِنُ الۡمُهَیۡمِنُ

(سورۃ الحشر: ۲۳)

وہ ساری کائنات کا عَالِمُ الغیب والشھادۃ ہے، وہ مُھَیۡمِنۡ ہے، تو پروردگار عالم اپنے حبیب کو اپنا علم بھی سکھا رہا ہے، اپنا غیب بھی عطا فرما رہا ہے؛

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَ كَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَیۡكَ عَظِیۡمًا (سورۃ النساء: ۱۱۳)

اے حبیب! ہم نے وہ تمام چیزیں آپ کو سکھا دیں جو آپ نہیں جانتے تھے۔ اس آیت کا ترجمہ یاد رکھنا؛ اے رسول! اے حبیب! ہم نے وہ سب آپ کو سکھا دیا جو آپ نہیں جانتے تھے، ہیں نا؟ یاد کرلیا؟ اب اگر کوئی گمراہ فرقہ کا آدمی کہے کہ: حضور یہ نہیں جانتے تھے، تو آپ جواب کیا دو گے؟... اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے: جو نہیں جانتے (تھے) وہی تو سکھایا، نہیں سمجھے ابھی؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (رسول اللہ) جو نہیں جانتے تھے وہ سب سکھایا، اب اگر کوئی بدعقیدہ یہ کہے کہ: "حضور یہ (چیز/بات) نہیں جانتے" تو تم کہہ دو! "اللہ نے (حضور) جو نہیں جانتے تھے وہی تو سکھایا ہے"... (اے وہابیو!) اب ایک ایسی چیز بتاؤ! کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں جانتے تھے، اگر تم کہتے ہو (حضور) نہیں جانتے تھے تو ہم آپ سے پوچھیں گے (کہ) آپ کیسے جان گئے کہ (حضور) نہیں جانتے تھے۔"... یہ بھی تو ایک سوال ہے! تو وہ یہ کہتے ہیں کہ

"حضور نے بتایا نہیں"، تو ہر چیز جاننے والے کو بتانا ضروری ہے؟ (حضور اشرف الفقہاء عوام سے سوال کرتے ہوئے......)

میں کچھ پڑھا لکھا ہوں کہ نہیں؟ پڑھا لکھا ہوں نا؟ بہت کچھ جانتا ہوں کہ نہیں جانتا ہوں؟ تو جتنا میں جانتا ہوں (وہ) سب میں نے آپ کو بتا دیا؟ چھتیس سال ہو گئے بتاتے بتاتے؛ لیکن جتنا ابھی میں جانتا ہوں اتنا نہیں بتایا؛ یہ ضروری نہیں ہے کہ جاننے والا جو ہے وہ سب بتا دے، اگر سب بتاؤں تو آپ اسے یاد نہیں کر سکتے، میں کہتا ہوں: "نبی اگر سب بتا دیں تو لوح و قلم کا علم تو ابھی محدود ہے اور میرے مصطفیٰ کا علم اس کے سامنے سمندر جیسے ہے، لوح کے اندر بھی اتنی سمائی نہیں کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم وہ سما لے!... تو تمہارے دل میں کتنی سمائی ہوگی کہ نبی کا سارا علم تم سما لو!"

تو نبی کو (اللہ) نے ایسا کلام، ایسی زبان، ایسی فصاحت، ایسی بلاغت دے کر کے ان لوگوں میں بھیجا اور یہ بتا دیا کہ میرے نبی نے کسی سے کوئی علم سیکھا نہیں ہے، یہ بھی نبی کا معجزہ ہے؛ کسی سے سیکھا نہیں اور ساری کائنات کو بتا رہے ہیں، عرش پر کیا ہو رہا ہے بتا رہے ہیں، زمین کے نیچے کیا ہو رہا ہے بتا رہے ہیں، اور قیامت میں کیا ہوگا بتا رہے ہیں، منافق کیا سوچ رہا ہے بتا رہے ہیں، دل کے راز بتا رہے ہیں، مرنے کا انجام بتا رہے ہیں، سارا علم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بتا رہے ہیں؛ (وہ بھی) پوری فصاحت و بلاغت کے ساتھ؛ امام احمد رضا یہاں پر آ کر کہتے ہیں ع

ترے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحَا عرب کے بڑے بڑے

بڑے بڑے عربی شاعر، ادیب اور بلاغت اور فصاحت سے بولنے والے جو ساری دنیا کو گونگا سمجھتے تھے؛ لیکن نبی کے پاس آتے تھے تو وہ "دبے لچے"، بھیگی بلی بن کر بیٹھے رہتے تھے، لوگوں نے یہ سوچا کہ ان کی زبان ہی گونگی بن گئی ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: تم (گونگے) سمجھتے رہو! ع

تِرے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحا عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، کوئی تو یہ سمجھتا ہے کہ ان کے منہ میں زبان ہی نہیں ہے، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: مجھ سے پوچھو: نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں؛ وہ تو نبی کے سامنے آ کے مر جاتے ہیں؛ ارے! گونگا جو کسی سے ڈر کر نہیں بولتا، وہ بعد میں تو بولے گا کہ نہیں بولے گا؟ تو اگر آپ بولو گے، نبی سے دب کر کے ان کی زبان گونگی ہوگئی، پھر جا کر کے اور بڑ بڑ بڑ بڑ بول تو سکتا ہے؛ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں: "جی نہیں! وہ صرف زبان بند نہیں ہوئی ہے (بلکہ) اس کے بدن سے روح نکل گئی، اب وہ کبھی قیامت تک بولے گا نہیں۔" ؎

تِرے آگے یُوں ہیں دَبے لَچے فُصَحا عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منھ میں زباں نہیں، نہیں! بلکہ جسم میں جاں نہیں

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بات سنتے تھے تو ان کی روح سٹ پٹ ہو جاتی تھی، گویا مردہ بن جاتے تھے، بولنے کی سکت بھی نہیں رہتی تھی؛ یہ شان میرے نبی اُمّی جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی ہے۔

(ماخوذ: شرح اشعارِ رضا، مطبوعہ دار العلوم انوارِ رضا نوساری، مرتب: ڈاکٹر محمد ہاتف رضا)

☆☆☆

امام احمد رضا اور خلق خدا کی دل جوئی وحاجت روائی

عبدالسلام رضوی مہوا کھیڑوی
سابق استاذ جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

خلق خدا کی دل جوئی وحاجت روائی بڑی فضیلت واہمیت کی حامل ہے۔ معلم کتاب و حکمت مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ قَضٰی لِاَحَدٍ مِّنْ اُمَّتِیْ حَاجَۃً یُرِیْدُ اَنْ یَسُرَّہٗ بِھَا فَقَدْ سَرَّنِیْ، وَمَنْ سَرَّنِیْ فَقَدْ سَرَّ اللہَ، وَمَنْ سَرَّ اللہَ اَدْخَلَہُ الْجَنَّۃَ

(مشکوٰۃ شریف، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، الفصل الثالث، ص ۴۲۵)

یعنی جس نے میری امّت میں سے کسی کی کوئی حاجت پوری کی اور وہ اس کے ذریعے اس کو خوش کرنا چاہتا ہے تو بے شک اس نے مجھے خوش کیا، اور جس نے مجھے خوش کیا تو یقیناً اس نے اللہ کو راضی کیا، اور جس نے اللہ کو راضی کیا وہ اس کو جنّت میں داخل فرمائے گا۔

جامع شریعت وطریقت، عالم وصوفی حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں۔

دل بدست آور کہ حج اکبرست
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر ست

جب ہم مجدد دین وملت، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ خوبی بھی آپ کی حیاتِ مبارکہ میں بوجہِ کمال نظر آتی ہے۔ اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہاں صرف چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوگا

کہ آپ کے قلب اطہر میں لوگوں کی دل جوئی اور حاجت روائی کا کیسا جذبہ تھا۔

جناب سیّد ایوب علی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: ایک کم سن صاحب زادے نہایت بے تکلفانہ انداز میں سادگی کے ساتھ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: میری بوا (والدہ) نے تمہاری دعوت کی ہے، کل صبح کو بلایا ہے۔ حضور نے ان سے دریافت فرمایا: مجھے دعوت میں کیا کھلایئے گا؟ اس پر اُن صاحب زادے نے اپنے کرتے کا دامن جو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہوئے تھے، پھیلا دیا جس میں ماش کی دال اور دو چار مرچیں پڑی ہوئی تھیں، کہنے لگے دیکھیے نا یہ دال لایا ہوں۔ حضور نے ان کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا: اچھا میں اور یہ (یعنی حاجی کفایت اللہ صاحب) کل دس بجے دن کے آئیں گے۔ اور حاجی صاحب نے فرمایا: مکان کا پتہ دریافت کر لیجیے۔ غرض وہ صاحب زادے مکان کا پتہ بتا کر خوش خوش چلے گئے۔ یہ ہے حدیث شریف 'لَوْ دُعِیْتُ اِلٰی کُرَاعٍ لَا جَبْتُہٗ' کی تعمیل۔

دوسرے دن وقت معین پر حضور عصاے مبارک ہاتھ میں لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور حاجی صاحب کو لے کر اُن صاحب زادے کے یہاں تشریف لے گئے۔ جس وقت مکان پر پہنچے وہ صاحب زادے دروازے پر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ حضور کو دیکھتے ہی بھاگتے ہوئے آئے اور یہ کہتے ہوئے ''ارے بوا مولوی صاحب آ گئے'' اندر مکان کے چلے گئے۔ دروازے میں ایک چھپر پڑا تھا۔ حضور وہاں کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد ایک بوسیدہ چٹائی آئی اور ڈھلیا میں موٹی موٹی باجرے کی روٹیاں اور مٹی کی رکابی میں وہی ماش کی دال، جس میں مرچوں کے ٹکڑے پڑے ہوئے تھے لا کر رکھ دی اور کہنے لگے لو کھاؤ۔ حضور نے فرمایا بہت اچھا کھاتا ہوں۔ ہاتھ دھونے کے لیے پانی تو لے آیئے۔ اُدھر وہ صاحب زادے پانی لانے کو گئے اور اِدھر حاجی صاحب نے کہا: حضور یہ مکان نقارچی کا ہے۔ حضور یہ سن کر کبیدہ خاطر ہوئے اور طنزاً فرمایا: ابھی کیوں کہا کھانے کے بعد کہا ہوتا؟ اتنے میں وہ صاحب زادے پانی لے کر آ گئے۔ حضور نے دریافت فرمایا: آپ کے والد صاحب کہاں ہیں؟ اور کیا کام کرتے

ہیں؟ دروازے کے پردے میں سے ان صاحب زادے کی والدہ صاحبہ نے عرض کیا: حضور میرے شوہر کا انتقال ہوگیا ہے۔ وہ کسی زمانے میں نوبت بجاتے تھے اس کے بعد توبہ کرلی تھی۔ اب صرف یہ لڑکا ہے جو راج مزدوروں کے ساتھ کام کرتا ہے۔

حضور نے الحمدللہ کہا اور دعاے خیر و برکت فرمائی۔ حاجی صاحب نے حضور کے ہاتھ دُھلوائے اور خود ہاتھ دھوکر شریک طعام ہوئے۔ مگر دل ہی دل میں حاجی صاحب کے یہ خیال گشت کررہا تھا کہ حضور کو کھانے میں بہت احتیاط ہے۔ یہ روٹی وہ بھی باجرے کی اور اس پر ماش کی دال کس طرح تناول فرمائیں گے؟ مگر قربان اس اخلاق اور دلداری کے کہ میزبان کی خوشی کے لیے خوب سیر ہوکر کھایا۔ وہاں سے واپسی میں پولس کی چوکی کے قریب حاجی صاحب سے فرمایا اگر ایسی خلوص کی دعوت روز ہو تو میں روز قبول کروں۔

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۸۸، مطبوعہ قادری بک ڈپو، نومحلہ مسجد، بریلی شریف)

یہ واقعہ حبّ مساکین اور دلداری کا عظیم نمونہ ہے کہ ایک باعظمت و عالی مرتبہ انسان جو دنیاے علم و فضل کا تاج دار ہے، مرجعِ عوام و خواص ہے اور دنیاوی اعتبار سے بھی معمولی نہیں بلکہ صاحب جائیداد و زمین دار ہے اور کھانے میں بڑی احتیاط رکھتا ہے وہ ایک غریب بیوہ کی جھونپڑی میں تشریف فرما ہے اور پیشانی پر شکن تک نہیں اور باجرے کی موٹی موٹی روٹی ارد کی دال سے برضا و رغبت تناول فرما رہا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس نادار و مفلس بیوہ نے آخر اعلیٰ حضرت جیسی عظیم شخصیت کو دعوت دینے کی ہمت کیسے کر لی تھی؟ کیوں کہ ایسا آدمی جس کے یہاں بٹھانے کا معقول انتظام نہ ہو، غربت و مفلسی کا عالم ہو وہ کسی بڑے آدمی کو مدعو کرنے کی جسارت نہیں کرے گا بلکہ اگر از خود بھی کوئی بڑا آدمی ایسے شخص کے گھر آجائے تو وہ پریشان ہوجائے گا کہ اسے کہاں بٹھائے اور کیسے اس کی خاطر و مدارات کرے۔

سمجھ میں یہ آتا ہے کہ وہ خاتون اگرچہ مفلس و نادار تھیں لیکن سوجھ بوجھ رکھتی تھیں، وہ

اعلیٰ حضرت کے مقام و مرتبہ سے واقفیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی جانتی تھیں کہ آپ سچّے نائب رسول ہیں اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم غربا و مساکین سے محبّت فرماتے تھے۔ لہٰذا آپ بھی میری دعوت کو قبول فرمالیں گے اور میرے معمولی گھر اور معمولی اشیائے خورد ونوش کی وجہ سے ان کو کوئی ناگواری محسوس نہ ہوگی اور خاتون کا مقصد ہوگا آپ کے مبارک قدموں سے برکت حاصل کرنا۔

حضرت ملک العلماء مذکورہ واقعہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ جامع حالات فقیر ظفر الدین قادری رضوی غفرلہ المولی القوی کہتا ہے کہ میرے قیام بریلی شریف کے زمانے میں بھی ایک واقعہ اسی قسم کا پیش آیا تھا۔ محلہ بانس منڈی کے قریب ایک صاحب اعلیٰ حضرت کو دعوت دے کر چلے گئے۔ (یہ واقعہ ''سیرتِ اعلیٰ حضرت'' میں حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی لکھا ہے۔ آپ کی روایت کے مطابق یہ دعوت تنہا اعلیٰ حضرت ہی کی نہیں تھی بلکہ آپ کے بعض اصحاب کی بھی تھی۔ آگے حضرت ملک العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں) دوسرے دن گاڑی آئی۔ اعلیٰ حضرت نے مجھ سے فرمایا: مولانا آپ بھی چلیں۔ گرمی کا زمانہ تھا اور بعد مغرب کا وقت۔ مکان پر گاڑی پہنچی تو میزبان منتظر تھے۔ باہر بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی اندر مکان کے تشریف لے گئے۔ آنگن میں ایک چارپائی بچھی ہوئی تھی اور اس پر دری تھی۔ چلتے وقت میں نے خیال کیا تھا کہ پلاؤ ضرور ہوگا۔ اب جو دیکھتا ہوں کہ ہاتھ دُھلانے کے بعد ایک ڈھلیا میں چند روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور قیمہ غالباً گائے کے گوشت کا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے الجھن ہوئی، نگاہ اوپر اُٹھائی تو سامنے خس پوش مکان نظر آیا۔ سمجھا کہ آدمی غریب ہے اس لیے اس سے جو ہوسکا حاضر کیا۔ لیکن ساتھ ساتھ خیال ہو رہا تھا کہ اعلیٰ حضرت تو گائے کا گوشت تناول نہیں فرماتے۔ اگر شوربے دار ہوتا تو شوربے ہی پر اکتفا فرماتے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: حدیث شریف میں ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِی لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ پڑھ کر مسلمان جو کچھ کھالے ہرگز ضرر نہ دے

گا۔ میں سمجھ گیا کہ میرے شبہہ کا جواب ہے۔

میز بان صاحب میرے ملاقاتی تھے، جب کھانے کے بعد میں ہاتھ دھونے لگا تو ان سے کہا کہ اس غربت کی حالت میں آپ کو اعلیٰ حضرت کی دعوت کی ضرورت ہی کیا تھی؟ بولے کہ غربت ہی کی وجہ سے تو اعلیٰ حضرت کی دعوت کی تا کہ اعلیٰ حضرت کا قدم مبارک یہاں پہنچے، نان نمک جو کچھ ہو سکے حاضر خدمت کروں، حضور کھانے کے بعد دُعا فرمائیں تو گھر کا دلدّر دور ہو اور خوش حالی آئے اور برکاتِ دین و دنیا حاصل ہو۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص۸۹)

یہ سنیوں کے امام اعلیٰ حضرت کے حسن اخلاق کا نمونہ تھا۔ اب ذرا دیو بندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کے اعلیٰ اخلاق کا بھی ایک واقعہ پڑھ لیں۔ یہ واقعہ خود تھانوی صاحب نے بیان کیا اور ان کے ملفوظات کے جامع نے اس کو نقل کیا۔ بیان کرتے ہیں:

ایک شخص نے میری اور ان کی (مولوی محمد عمر کی) دعوت کی۔ مولوی صاحب کو جگر کا عارضہ تھا۔ اس بھلے مانس نے چاول پکوائے وہ بھی کھانے کے قابل نہیں۔ جب کھانے بیٹھے میں نے میز بان سے کہا کچھ اور بھی ہے؟ کہا نہیں۔ میں نے کہا یہ تو کھانے کے قابل نہیں اب کیا کھاویں؟ اور تم کو چاول پکانا نہیں آتا تھا تو کیوں پکایا؟ سیدھی دال روٹی کیوں نہیں پکائی؟ کہیں سے روٹی لاؤ۔ کہا روٹی تو نہیں پکائی۔ میں نے کہا کہ ہم نہیں جانتے جب دعوت کی ہے تو کھلاؤ اور کہیں سے کھلاؤ، بھوکے تھوڑے ہی جائیں گے، اور کھائیں گے روٹی۔ کہا کہ روٹی کہاں سے لاؤں؟ میں نے کہا گھر میں نہیں محلہ میں تو ہے مانگ کر لاؤ۔ گیا مصیبت کا مارا دال روٹی لایا۔ خوب پیٹ بھر کر کھائی۔ میں نے مولوی محمد عمر صاحب سے بھی روٹی کھانے کو کہا مگر وہ بہت خلیق تھے۔ کہنے لگے اس کی دل شکنی ہوگی۔ میں نے کہا ہماری جو شکم شکنی ہوگی۔

(الافاضات الیومیہ، حصہ اول، ص ۳۵۹ مکتبہ دانش دیو بند ضلع سہارن پور)

حدیث شریف میں ہے: مَاعَابَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَہَاہُ اَکَلَہٗ وَاِنْ کَرِھَہٗ تَرَکَہٗ (بخاری شریف جزء ثانی کتاب الاطعمہ، ص ۸۱۴)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھانے کو کبھی عیب نہیں لگایا اگر خواہش ہوئی تو کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا۔ لیکن حکیم الامت صاحب کو نہ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ طریقہ یاد آیا اور نہ اس غریب کی دل شکنی کا خیال ہوا، جو اپنے گمان میں ایک عالم کے ساتھ محبّت کے جذبہ میں ان کی دعوت کرنے کی غلطی کر بیٹھا تھا، انھیں ملحوظ رہا تو بس یہ کہ ان کی شکم شکنی نہ ہو۔ واہ رے حکیم الامت!

حضرت ملک العلماء فرماتے ہیں: جناب مولانا مقبول احمد خاں صاحب صدر مدرس و مہتمم مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ نے فرمایا کہ میرا طالب علمی کا زمانہ تھا، میں ٹونک میں پڑھتا تھا۔ وہاں ایک بزرگ تشریف لائے، جن کی دُعا و تعویذ کا بہت ہی شہرہ تھا۔ جس کو جس مقصد کے لیے تعویذ دیا تیر بہدف ثابت ہوا۔ جو جس مقصد کے لیے تعویذ مانگتا کامیابی اس کے قدم چومتی۔ کامیاب ہونے کے بعد وہ نذر بھی کافی پیش کرتا۔ ایک دن خود مجھ سے فرمایا: تم کوئی تعویذ نہیں مانگتے؟ میں نے کہا کہ میرے پاس نذر دینے کو روپے کہاں ہیں کہ اس کی ہمت کروں۔ فرمایا تم سے کچھ نذر نہیں۔ اس کے بعد ایک نقش مجھے عطا فرمایا اور فرمایا کہ سونے کے پتر پر شرفِ آفتاب میں کندہ کرا کے انگوٹھی میں جڑا کر پہننا تسخیر و اکسیر ہوگی۔

خدا کی شان کندہ کرنے والے بھی مل گئے اور اس قدر سونے کا بھی سامان ہو گیا۔ رہا شرفِ آفتاب معلوم کرنے کا مسئلہ، مجھے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی مدظلہ اس فن میں کامل ہیں۔ چنانچہ ان کی خدمت میں عریضہ حاضر کیا اور دریافت کیا کہ امسال شرفِ آفتاب کب ہے اور کس وقت سے ہے اور کب تک رہے گا؟ خدا کی شان کہ جس دن یہ عریضہ وہاں پہنچا، اس کے دوسرے ہی دن شرفِ آفتاب تھا اور ظاہر ہے کہ اگر بواپسی ڈاک بھی اعلیٰ حضرت جواب تحریر فرماتے تو بریلی سے ٹونک شرفِ آفتاب ختم ہو جانے کے بعد خط ملتا۔ اس وقت مجھے جو صدمہ ہوتا ہر عقل والا اندازہ کر سکتا ہے کہ بیان سے باہر ہوتا اور ایک سال کامل پھر اس وقت کا انتظار کرنا پڑتا۔

اعلیٰ حضرت نے ایک طالب علم کی اس تکلیف و صدمہ کا خیال فرماتے ہوئے اپنے

پاس سے تار پر جواب دیا کہ کل نو بجے سے شروع ہوگا اور ایک رات دن رہے گا۔ ٹھیک وقت پر مجھے تار مل گیا اور میں وقت مقررہ پر تعویذ کندہ کرا سکا۔ اس تعویذ کی انگوٹھی ہر وقت میرے ہاتھ میں رہتی ہے، جس وقت اس انگوٹھی کو دیکھتا ہوں اعلیٰ حضرت کی اس شفقت اور احسان کو یاد کرتا ہوں کہ ایک طالب علم کی ضرورت کا انھوں نے کس درجہ خیال رکھا۔ ورنہ اکثر لوگوں کی عادت ہو تی ہے کہ معمولی شناسا آدمی جوابی خط لکھتا ہے تب بھی اس کو جواب دینے کی زحمت برداشت نہیں کی جاتی نہ کہ اپنے پاس سے تار دینا اور یہ خیال کرنا کہ وقت گزرنے کے بعد اگر جواب دیا تو کس کام کا۔ واقعی بڑوں کی بڑی بات ہے۔

(حیاتِ مبارکہ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۴۹، مطبوعہ قادری بک ڈپو، نومحلہ مسجد، بریلی شریف)

سبحان اللہ! دل جوئی و خاطر داری کی کیا عظیم شان ہے کہ ان کو اعلیٰ حضرت سے نہ کوئی قرابت تھی نہ شناسائی کہ ایسی صورت میں قرابت و شناسائی سامنے والے کی دلداری کے لیے تحریک پیدا کرتی ہے، پھر بھی آپ نے ان کی اس شان سے دلداری و حاجت روائی فرمائی۔

آپ کی بارگاہ میں سیٹھ سلیمان عثمانی صاحب سکرانی حاضر ہوئے۔ موصوف خلیفہ اعلیٰ حضرت جناب مولانا محمود جان صاحب جام جودھپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلقین میں سے تھے۔ موصوف نے اعلیٰ حضرت سے تعویذ کی درخواست کی۔ آپ نے ان کی درخواست پوری فرمائی اور اس شان سے کہ سننے کے بعد بے ساختہ سبحان اللہ ماشاء اللہ کے کلمات زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ آپ حضرت مولانا محمود جان صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

سیٹھ سلیمان صاحب سکرانی تشریف لائے۔ مگر ایسے وقت کہ بہت علیل ہوں۔ میں ان کی خاطر کچھ نہ کر سکا۔ ساڑھے چار مہینے کے قریب ہوئے کہ آنکھ دکھنے آئی تھی، جب سے آج تک لکھنے پڑھنے کے قابل نہیں (چند سطروں کے بعد فرماتے ہیں) بھائی سلیمان صاحب نے مجھ سے تعویذ مانگا تھا، میں آج کل لکھ نہیں سکتا لہٰذا سب سے بہتر ان کی خاطر یہی میری سمجھ میں آئی کہ خاص اپنے لیے جو تعویذ ۷۸۴ رخانے کا تیار کیا تھا ان کی نذر کروں۔ زندگی اگر باقی ہے تو اپنے

لیے اور تیار کرلیا جائے گا۔ اس تعویذ کے منافع وسعتِ رزق، بلندی مرتبہ، استقامت دین حق و رحمت الٰہی ہیں۔ ایک دن کامل میں لکھا جاتا ہے۔ میں نے بھائی سلیمان کو وہ چیز دی جو عمر بھر میں صرف اپنے لیے تیار کی تھی اور کسی کو نہ دی تھی۔ آپ کے فرمانے کی اسی قدر تعمیل کرسکا۔

(مکتوباتِ امام احمد رضا خاں بریلوی، ص ۲۶، مرتبہ حضرت مولانا محمود احمد صاحب قادری)

یہ دل جوئی و خاطر داری کے تعلق سے چند واقعات تھے۔ حاجت روائی کی یہ شان تھی کہ آپ کے کاشانۂ اقدس سے کوئی سائل خالی نہیں پھرتا تھا۔ اس کے علاوہ بیواؤں کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی اور ناداروں کے لیے توکلاً علی اللہ مہینے مقرر تھے۔ یہاں حیاتِ اعلیٰ حضرت سے چند واقعات منقول ہیں۔

جناب ذکاء اللہ خاں صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کے لیے نئی رزائی تیار ہو کر آئی۔ ابھی چند ہی دن اوڑھی تھی کہ مسجد میں ایک مسافر رات کے وقت میں آئے اور اعلیٰ حضرت سے عرض کیا میرے پاس کچھ اوڑھنے کو نہیں ہے۔ آپ نے وہی نئی رزائی ان مسافر کو عطا فرمائی دی۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۵۱)

ان ہی کا بیان ہے کہ حاجی کفایت اللہ صاحب علیہ الرحمہ نے موسم برسات میں ایک چھتری خرید کر آپ کو نذر کی۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ایک حاجت مند نے چھتری کا سوال کر دیا، آپ نے فوراً وہ چھتری اس کو عطا فرما دی۔ (مرجع سابق، ص ۵۱)

ان ہی کا بیان ہے کہ موسم سرما میں ایک مرتبہ برادر خورد اعلیٰ حضرت جناب مولانا محمد رضا خاں صاحب قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت کے واسطے خاص طور پر ایک فرد تیار کرا کر پیش کی۔ اعلیٰ حضرت کی عادتِ کریمہ تھی کہ ہر سال فردیں تیار کرا کے غربا میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اس سال سب تقسیم ہو چکی تھیں کہ ایک صاحب نے درخواست کی۔ اعلیٰ حضرت نے بلا تاخیر اپنی وہ فرد جو حضرت مولانا محمد رضا خاں صاحب نے تیار کر کے حاضر خدمت کی تھی اور اسی وقت اس کو اوڑھا تھا اُتار کر ان کو دے دی۔ (مرجع سابق، ص ۵۱)

جناب سیّد ایوب علی صاحب علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ میرے والد علیل تھے، عُسرت کی حالت تھی۔ اعلیٰ حضرت نے دس روپے مجھے عطا فرمائے اور میری طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے فرمایا: میں آپ کو نہیں دیتا ہوں اپنے دوست کی دوا کے لیے دیتا ہوں۔ (مرجع سابق، ص۵۱)

ملک کے گوشے گوشے سے بکثرت آنے والے دینی سوالات کے جواب دینا یہ بھی اعلیٰ حضرت کی بارگاہ سے لوگوں کی حاجت روائی ہی ہے اور یہ عظیم خدمت خالصاً لوجہ اللہ تھی۔ اعلیٰ حضرت نے زندگی بھر یہ اہم دینی خدمت انجام دی لیکن اس خدمت کے صلہ میں ایک حبہ لینا بھی گوارا نہ کیا۔

شیخ حاجی نادر علی صاحب نے کلکتہ بھوانی پورہ سے ایک استفتا خدمت اقدس میں بھیجا اور آخر میں لکھا: ''جو فرماویں خرچ وغیرہ کے لیے تو غلام حاضر خدمت ہے۔'' اعلیٰ حضرت نے جواب کے آغاز میں لکھا: ''یہاں فتوے پر کوئی خرچ نہیں لیا جاتا نہ اس کو اپنے حق میں روا رکھا جاتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ، جلد پنجم، ص۴۲۱، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی)

ریاست بہاول پور کی کچہری چیف کورٹ سے محمد دین صاحب جج نے ایک استفتا بھیجا اور پانچ روپے کا منی آرڈر بھی بھیجا۔ اعلیٰ حضرت نے منی آرڈر واپس فرمادیا۔ آپ جواب میں حمد وصلوٰۃ کے بعد لکھتے ہیں: ''الحمد للہ یہاں فتویٰ پر فیس نہیں لی جاتی اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' منی آرڈر واپس کردیا۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد دہم، ص۲۱۴)

آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کا عظیم علمی وفقہی سرمایہ لوگوں کی دینی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کر رہا ہے۔ عوام وخواص آپ کے فتاویٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور اپنا مدعا حاصل کرتے ہیں۔

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تم پر

☆☆☆

امام احمد رضا کی عالمی اہمیت

The World Importance of Imam Ahmad Raza

انگریز نومسلم ڈاکٹر محمد ہارون
اُردو ترجمہ: ڈاکٹر ظفر اقبال نوری

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ و الرضوان ہندوستان کے معروف سنّی عالم تھے، وہ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء میں انھوں نے وصال فرمایا۔ وہ اپنے دور میں اہل سنّت کے امام تھے اور اس قدر عظیم تھے کہ انھیں اسلامی صدی کے ''مجدد'' کے لقب سے پکارا گیا۔ اسلامی صدی کا مجدد وہ ہوتا ہے جو اپنے دور کے تمام لوگوں میں اہم ترین شخصیت ہو۔ پہلی صدیوں کے مجددین امام غزالی علیہ الرحمہ کی طرح کے لوگ تھے۔ جنھوں نے اپنے زمانے میں عظیم ترین اہمیت کے مراتب حاصل کیے۔ مثلاً امام غزالی وہ شخصیت ہیں جن سے یورپ نے فلسفہ سیکھا...... اس مقالے کا مقصد تمام دنیا کے لیے امام احمد رضا بریلوی کی تعلیمات ونظریات کی اہمیت واضح کرنا ہے۔ کوئی بھی شخص دنیا بھر کے لیے اہم ہوتا ہے، اگر اس کے یہاں اپنے دور کے اہم ترین مسائل کا حل موجود ہو...... کارل مارکس یا لینن عالمی اہمیت کے حامل سمجھے جاتے تھے، کیوں کہ ان کے افکار ونظریات تمام انسانیت کی رہنمائی کرتے محسوس ہوتے تھے۔

اس مقالے میں ہم ثابت کریں گے کہ امام احمد رضا نے اپنے افکار وتعلیمات سے اس صدی کے اہم ترین مسائل کا حل پیش فرمایا...... ہماری صدی بھی امام احمد رضا کی صدی ہے اور ہماری دنیا کو بھی اسی طرح کے مسائل درپیش ہیں جس طرح امام احمد رضا کے وقت میں تھے...... اس لیے امام احمد رضا کی اہمیت آج ہمارے لیے بھی اتنی ہی ہے جس قدر ۱۹۲۱ء میں ان کے

وصال کے وقت کے لوگوں کے لیے تھی۔

بہتر ہوگا کہ ہم اپنے مقالے کا آغاز عہد جدید کے مرکزی مسائل کا احاطہ کرنے کی کوشش سے کریں۔ یہ جدید دور نئی تہذیب کی کامیابی اور پھر ناکامی کا دور ہے۔سو سال پہلے سائنس پر بہت گہرا اعتقاد تھا، اس وقت سے اب تک ہم سائنس کی تنگ دامنی اور بہتر دنیا کی تعمیر میں ناکامی کا مشاہدہ کر چکے ہیں، بلکہ سائنس نے اور بھی نئے خدشات کو جنم دیا ہے جس سے سائنس پر یقین ختم ہو کر رہ گیا ہے......اس عہد نے سرمایہ داری کا بحران بھی دیکھا ہے اور سرمایہ داری کے مغربی متبادل کی ناکامی بھی......کمیونزم ناکام ہو گیا ہے......سفید نسلی تعصب اپنی تمام تر دہشتوں کے ساتھ نازی ازم میں ملاحظہ کیا جا چکا ہے......اور ایک جماعتی اجتماعیت کے نظریے نے بھی تصور سے کہیں بڑھ کر خوف پیدا کیا ہے......جدید زمانہ ایسا زمانہ ہے جس میں جدید ثقافت بھی ناکام ہو گئی ہے۔

یہ عہد، یورپ اور بقیہ دنیا دونوں میں جدید ثقافت کی تخریب کا عہد ہے...... یہ عہد ہر طرف الحاد کے عروج کے ساتھ مذہب کی موت کا عہد ہے...... بلکہ اس سے بھی اہم، دنیا میں موجودہ مذاہب کے زوال کے سبب مذاہب کے نئے نئے گھٹیا نمونوں کے ظہور کا عہد ہے......یہ عہد، بھیڑیے کی سی چال کی ذہنیت، اجتماعی تحریکوں، فرد کی تذلیل کا عہد ہے......جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا یک جماعتی اجتماعیت کے ذریعے انسان کی شرم ناک کارستانیوں کا عہد ہے......جدید دور نے ان تمام جدتوں سے جن کا ہم نے ذکر کیا مسلم دنیا کو خاص طور پر متاثر کیا ہے۔

یہ جدید دور اسلام، اہل اسلام اور روح انسانی سب کے لیے گہری تاریک رات ہے......یہی وہ دور ہے جس میں مغرب نے ''روایتی مسلم معاشرہ'' کو کچل کر رکھ دیا ہے......اس کی وجہ مسلم سیاسی قوت کا زوال اور ان مسلمانوں کی روحانی سراندازی ہے، جنھوں نے مغرب کو قبول کیا، اس کی پیروی کی، اس کی ستائش کی اور اس کی پرستش کی...... یوں دنیا سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا تصور معدوم ہو گیا (معاذ اللہ)......اور متعصب لادینیت اور دہریت نے اس کی جگہ لے

لی......اسی سے وہابیت نے جنم لیا...... یہاں اسلام دین کی حیثیت سے ختم ہوگیا اور جدیدیت کی صورت میں مغرب کی بھونڈی تقلید اور بنیاد پرستی کی صورت میں کمیونزم اور فاشسزم طرز کی سماجی و سیاسی تحریک اس کی متبادل بن گئی، روایتی معاشرہ تباہ ہوا اور اس کی جگہ مغرب کا درآمد شدہ نوآبادیاتی، نسلیت پرستی اور سرمایہ دارانہ معاشرہ آ گیا......اور پھر جب مغرب خود ہی ناکام ہوگیا تو اب ہم ان تمام کھنڈرات کے بیچ کھڑے ہیں، جنھیں مغرب نے کمیونزم سے فاشسزم، فاشسزم سے نیشنلزم اور نیشنلزم سے کیپٹلزم کی شکل میں تعمیر کرنے کی کوشش کی۔

عالمی حیثیت کی حامل وہی شخصیت ہوسکتی ہے جو دورِ جدید کی خوف ناک شکستوں اور ناکامیوں میں انسانیت کی رہنمائی کی اہلیت رکھتی ہو......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی ایسی ہی شخصیت تھے اور اسی وجہ سے ان کی عالمی اہمیت ہے...... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی زندگی کے اصل کام کو اختصار سے بیان کرنا بہت آسان ہے......انھوں نے تمام عمر اہلِ سنّت کے عقائد کے مطابق اسلام اور اسلامی سوسائٹی کا جدید دنیا کے حملوں کے خلاف دفاع کیا، خاص طور پر ان اندرونی حملوں کے خلاف جوان مسلمانوں کی طرف سے تھے جن کا مقصد اہلِ سنّت کے عقائد کے مطابق اسلام - سے جان چھڑا کر ایک نئی چیز کو رائج کرنا تھا......اہلِ سنّت کے عقائد کے مطابق اسلام اور اسلامی سوسائٹی کے دفاع کی کاوشیں ہی امام احمد رضا کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں...... یہ عالمی اہمیت امام احمد رضا کے عالمِ دین ہونے اور سنّی عالم کی حیثیت سے کام کرنے سے شروع ہوئی......انھوں نے زندگی بھر ایک عالم ہی کی حیثیت سے کام کیا......انھوں نے ہر اُس شخص کے سوالوں کے جواب دیے جس نے ان سے رابطہ کیا......ان کا کردار، اسلام کا گہرا علم رکھنے والے ایک دانش ور کا کردار تھا......انھوں نے بطور ایک روایتی اسلامی اسکالر تعلیم پائی تھی اور اس میں بھی بے پناہ وسعت تھی...... وہ مختلف اسلامی اور دوسرے علوم میں ماہر تھے جن میں اسلامی مذہبی علوم وفنون کے علاوہ ریاضی اور فلکیات بھی شامل تھے......ایک متبحر تعلیم یافتہ عالم کی حیثیت سے محض تحقیق طلب سوالوں کے جواب لکھ کر دنیا کو متاثر کرنا شان دار اہمیت رکھتا ہے۔

آج کل اجتماعی تنظیم سازی کا ایسا دور ہے جس میں وسیع دفتری نظام نے فرد کو نگل لیا ہے......امام احمد رضا نے اس طرز پر کام کرنے سے انکار کیا......ان کے دور میں اجتماعی تحریکیں اُبھرنا شروع ہو چکی تھیں، مگر وہ کسی کے قریب تک نہ گئے......انھوں نے کبھی بھی ایک بیورو کریٹ سیاست داں یا منتظم بننے کی خواہش نہ کی......اس اجتماعی تنظیم سازی کے تصور کو مودودی کی طرح کے لوگ اسلام میں داخل کرنے کا سبب بنے......امام احمد رضا نے شروع دن ہی سے اس کی مخالفت کی......انھوں نے اجتماعی تحریکوں مثلاً تحریک خلافت وغیرہ میں شمولیت سے انکار کیا اور ان تحریکوں کے لیے خود کوئی اجتماعی تحریک ترتیب دینے سے بھی مجتنب رہے۔

آج کے جدید دور کا انسان اندر سے مر چکا ہے، کیوں کہ آج اچھے فرد کی مانگ نہیں رہی بلکہ محض ایسا فرد درکار ہوتا ہے جو نعرے لگائے اور جس طرح اسے کہا جائے عمل کرتا رہے......امام احمد رضا نے بتایا کہ عصر جدید میں فرد کو یوں مر جانے کی ضرورت نہیں......انھوں نے عالمانہ رائے دیتے ہوئے بڑی سادگی سے اپنا کام کیا......ہٹلر، اسٹالن اور اجتماعی تشہیر کے اس دور میں آج بھی اچھے فرد پر بھروسہ کرنے کی عالمی اہمیت ہے...... یہ دور حکمت و دانائی کی موت اور شعبہ جاتی تخصص کا دور بھی ہے۔

پہلے زمانے کے مقابلے میں آج ایک طالب علم کم سے کم شے کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانتا ہے......یونی ورسٹی ایسی جگہ قرار پائی ہے جہاں پروفیسر بھی اپنے چھوٹے سے مخصوص مضمون کے بارے میں کافی علم نہیں رکھتا......کیمبرج یونی ورسٹی میں حکمت و دانش کا کوئی پروفیسر نہیں ہے......تعلیم یافتہ مسلمان اپنے ماضی سے کٹ چکے ہیں......کسی بھی روایتی تعلیم یا علم کا وجود اب کم ہی نظر آتا ہے......اب پڑھا لکھا طبقہ سابقہ ادوار کے روایتی علوم اور حکمت و دانش کو چھوئے بغیر محض اپنے محدود مضامین کا مطالعہ کرتا ہے......ایک ماہر فلکیات صرف فلکیات کا علم رکھتا ہے، اسے اس حکمت و دانش کی ذرّہ بھر خبر نہیں ہوتی جو دو سو سال قبل کے ماہر فلکیات کو حاصل تھی...... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی اس علمی روایت کے لیے سامنے آئے جو مغرب

میں اپنی موت مر چکی تھی......ان کا مقصد علم کو ممکنہ حد تک وسیع کرنا تھا......ایسا علم جس کا محور اسلامی فنون سے پھوٹنے والی دانش وحکمت تھی......ایسا علم جس کا ایک ہزار سالہ قدیم روایت سے گہرا رابطہ تھا......امام احمد رضا اپنی کتابوں میں ایک ہزار سال پہلے تک کے مصنفین کے حوالے دیتے تھے......امام احمد رضا بریلوی، فلکیات، سیاسیات بلکہ بینکاری اور کرنسی تک کے سوالوں پر بھی سیر حاصل عالمانہ رائے دیتے تھے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ روحانی وجدان سے متعلق مشکل ترین سوالات پر بھی تبصرہ وتجزیہ کرنے کی اہلیت رکھتے تھے...... بلاشبہہ امام احمد رضا اپنے اسلامی دور میں صدیوں پرانی ثقافت کا دفاع کر رہے تھے، آج کی ثقافت تو بالکل بے بنیاد ہو کر رہ گئی ہے......ادب اور آرٹ کا ماضی کی روایات سے رابطہ منقطع ہو چکا ہے......آج یورپی مصوری اور شاعری پچاس سال پہلے کی روایت کی پاس داری بھی نہیں کر رہی جب کہ امام احمد رضا نے قدیم زمانوں تک کی فنی روایت کو نبھایا ہے...... یہ پوری انسانی تاریخ سے کشید شدہ مکمل ثقافت تھی......اسی وجہ سے امام احمد رضا کی عالمی اہمیت ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے طب میں بھی دلچسپی لی......طب جدید کا بڑا قصور یہ ہے کہ اس کا طب کی قدیم روایت سے کوئی سابقہ نہیں رہا......اور یہ حکیم ودانا انسانوں کے بجائے تنگ نظر سائنس دانوں کے ہاتھوں میں آگئی ہے......امام احمد رضا علیہ الرحمہ محض ایک دانا اور ذہین عالم دین، ماہر فنون اور طبیب ہی نہیں تھے...... بلکہ انھوں نے تمام تر قدیم روایتی حکمت ودانش کو اندرونی و بیرونی حملوں سے بچایا......شاید دنیا کے لیے امام احمد رضا کی سب سے زیادہ اہمیت اس بات میں تھی کہ انھوں نے (مضرت رساں) سائنس کی مخالفت کی......امام احمد رضا کی زندگی کے اکثر دور میں سائنس کی پرستش ہوتی تھی...... یہ نیوٹن اور ڈارون پر مکمل ایمان کا دور تھا......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی زندگی کے آخری ایام کے قریب آئن اسٹائن کے انقلاب نے سائنس کی پرستش کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے شروع کئے......خاص طور پر مسلم دنیا ہی میں سائنس کی پوجا ہوتی تھی اور سائنس ہی کو مغربی تسلط کی وجہ گردانا جاتا تھا......اسی

سائنس کی مدد سے سفید فام اقوام نے نوآبادیات کے لوگوں پر قابو پا رکھا تھا......سائنس کی پرستش میں بہت سے نام نہاد مسلمان بھی شامل تھے......اور ان مسلمانوں میں سے سر سید احمد خاں جیسے لوگوں نے اسلام کو اس طرح تبدیل کرنے کی کوشش کی کہ اسلام سائنس کے بارے میں مغرب کے نظریات کے مطابق ڈھل جائے......یہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے اس سے بھی زیادہ کچھ کیا......انھوں نے سائنس ہی کو مسلمانوں پر استبداد، مسلط ہونے کی وجہ قرار دیا......مسلمان سائنس پرست نہیں تھے......انھیں سائنس پرست بننے پر مجبور کیا گیا......اس کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کے لیے کہیں آزادی نہ ہو اور سائنس کے نام پر مسلمانوں کی مرضی کے بغیر مغربی ماہرین اور ''جدید مسلم ماہرین'' ہر جگہ حکومت کریں......یقیناً آج ہم جانتے ہیں کہ یہ سائنس زیادہ تر حماقت ہے۔

امام احمد رضا کے وقت میں سائنس سخت نسلیت پرست تھی......اور ۱۹۲۱ء میں ان کے وصال کے وقت اس سائنس نے مغرب میں کمیونسٹ اور فاشسٹ استبداد کا جواز فراہم کیا تھا......سائنس کی پرستش کے تباہ کن منطقی نتائج آج اچھی طرح سمجھے جا رہے ہیں، خاص طور پر مسلم دنیا نے سائنس کے ہاتھوں خوف ناک نقصان اُٹھائے ہیں، ان نقصانات میں سے ایک سائنس کو ہر غلطی سے مبرا سمجھنے والی نوعیت وسطی ایشیا کی کمیونسٹ رجیم کے ہاتھوں ماحول کی مکمل تباہی کا سانحہ ہے......آج ساری دنیا سائنس سے منھ موڑ کر اُس روایتی قدیم حکمت ودانش کی طرف رجوع کر رہی ہے جو دنیا پر سائنس کی حکمرانی سے قبل موجود تھی......لیکن امام احمد رضا نے آج سے سو سال قبل سائنس کے خلاف جہاد کیا......اگر آپ سائنس پر امام احمد رضا کی تصانیف پڑھیں تو آپ محسوس کریں گے کہ انھوں نے سائنس دانوں کی کس قدر تذلیل کی ہے۔

امام احمد رضا کے نزدیک قرآن اور اسلام ہی میں کامل سچائیاں ہیں اور کسی بھی طرح ان کی تردید کی اجازت نہیں دی جاسکتی......اگر کبھی سائنس دانوں نے ایسا کیا بھی تو امام احمد رضا نے ان کے دلائل کو اسلامی دلائل سے رد کیا اور ان کے پرخچے اُڑا دیے......اس طرح امام احمد

رضا سائنس میں بھی عظیم تھے......اگرچہ امام احمد رضا کسی طور پر بھی عام سائنس داں نہیں تھے مگر وہ ریاضی اور فلکیات اتنی اچھی طرح جانتے تھے کہ رات کو آسمان دیکھ کر گھڑی کا وقت درست کر لیتے تھے...... وہ مغربی سائنسی نظریات سے بھی آگاہی رکھتے تھے......انھوں نے ستاروں کے جھکاؤ کی بنا پر بڑی تباہی کی پیش گوئی کرنے والے ایک مغربی ماہر فلکیات کا جواب لکھا اور اپنے جواب میں انھوں نے مکمل طور پر آسمانوں اور کشش ثقل سے متعلق مغربی نظریات کو بنیاد بنایا اور صحیح طور پر پیش گوئی فرمائی کہ کوئی تباہی نہیں آئے گی اور ان کی پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی (۱)......آپ کا نظریہ تھا کہ سائنس کو کسی طرح بھی اسلام سے فائق اور بہتر تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کسی اسلامی نظریے، شریعت کے کسی جز، یا اسلامی قانون سے گلوخلاصی کے لیے، اس کی کوئی دلیل مانی جا سکتی ہے......اگرچہ وہ خود سائنس میں خاصی مہارت رکھتے تھے لیکن اگر کوئی اسلام میں سائنس سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے کوئی تبدیلی لانا چاہتا تو آپ اسے ٹھوس علمی دلائل سے جواب دیتے تھے۔یہی ان کی عالمی اہمیت کی ایک بڑی دلیل ہے۔

امام احمد رضا کے نزدیک کسی بھی روایتی حکمت و دانش کو ترک نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ سائنس کو چاہیے کہ وہ حکمت و دانش کی رقیب یا متبادل بن کر نہیں بلکہ ہمیشہ اس کی خادم بن کر رہے......ایک سو سال بعد اب یہی صورت حال ہے جس کی طرف خود مغرب بھی رجوع کر رہا ہے، جیسا کہ سبز سیاست اور سبز تحریک سے ظاہر ہے......لیکن دنیا میں اب بھی استبداد کی مدد کرنے والی سائنس کی احمقانہ پرستش جاری ہے......مغرب اب جان گیا ہے کہ اسٹالن کے جبر اور ہٹلر کے نسلی تعصب کے پیچھے سائنس کا کیا کردار تھا......اسی لیے مغرب نے سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھنا شروع کر دیا ہے......امام احمد رضا اس وقت ہی سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھ رہے تھے...... جب کہ ابھی اس قدر نقصان نہیں ہوا تھا......وہ سائنس کو اس مقام پر رکھتے تھے جس کی وہ اہل تھی......روایتی حکمت و دانش ابھی زندہ تھی اور وہ خود بھی اس روایتی دانش سے لبریز تھے......وہ صحیح تھے اور مغرب غلطی پر تھا۔

ہاں! مغرب کے اپنی غلطی کے اعتراف سے سوسال قبل!......اپنی زندگی میں امام احمد رضا نے سائنس دانوں کی حماقتوں کا جواب دینے کی جدوجہد فرمائی......لیکن بلاشبہہ احمق یورپیوں کی پوری دنیا کے مقابل وہ یکہ وتنہا تھے......تاہم انھوں نے سائنس کو اس کے اصل مقام پر رکھنے کے لیے مسلمانوں کو ضروری کام پر لگا دیا......انھوں نے محسوس کرلیا تھا کہ سب سے بڑا چیلنج سائنس کی پرستش اور اس کا وہ طریقہ تھا جس سے وہ اسلامی حکمت ودانش کو دھمکا رہی تھی...... امام احمد رضا کے زمانہ کے مقابلے میں آج ہم سائنس کو چیلنج کرنے کی بہتر پوزیشن میں ہیں، کیوں کہ آج مغرب میں بہت سے لوگ خود ہی سائنس کی محدودیت کو جان گئے ہیں......امام احمد رضا سائنس کے مقابل اسلام کا دفاع کرنے اور سائنس کی حدیں واضح کرنے کی کاوشوں کی وجہ سے عالمی اہمیت کی حامل شخصیت ہیں......صرف امام احمد رضا کے طریق (افکار) کو اپنا کر ہی مسلم دنیا اپنے تباہ کن ماضی اور حال سے پیچھا چھڑا سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی ایک اور سادہ طریقے سے بھی عالمی اہمیت رکھتے ہیں......وہ ایک آفاقی تھے......جدید دور سخت نیشنلزم اور نسلیت پرستی کا دور ہے......لیکن امام احمد رضا چوں کہ مسلمان تھے، اس لیے کوئی ملک یا براعظم ان کا وطن نہیں تھا......پوری اسلامی دنیا ان کی مادر وطن تھی......ان کی شہرت ساری اسلامی دنیا تک پھیلی ہوئی تھی......خود مکہ معظّمہ میں ان کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا(۲)......انھوں نے اسلام کی بین الاقوامی ثقافت کا تصور دیا......وہ تمام لوگوں سے مخاطب ہوئے......انھوں نے بہت سی زبانوں میں استفتا کے جواب لکھے......وہ ہمیشہ اس زبان میں جواب دیتے جس زبان میں سوال کیا جاتا تھا(۳)......آج کے دور میں خواتین وحضرات کتنے ہی زیادہ ہوں، جب ایک ہی ملک، ایک ہی گروہ یا ایک ہی نسل کی طرف دیکھتے ہیں تو بڑا عجیب لگتا ہے، حتیٰ کہ ایک عالمی شہرت کا حامل گلوکار بھی آفاقی نہیں ہوتا بلکہ محض امریکی کہلاتا ہے......امام احمد رضا ایک آفاقی شخصیت تھے......اور یقیناً وہ ایسے ہی تھے، کیوں کہ وہ ایک سنّی مسلمان تھے......اور ان کا مقصد اہل سنّت کے نظریات وعقائد کے مطابق

اسلام کا دفاع تھا......اہل سنّت کے مطابق اسلام ہی تمام مذاہب میں سب سے زیادہ آفاقی ہے......عیسائیت کا مرکز سفید فام نسل ہے......کیتھولک عیسائیت کا مرکز اٹلی ہے...... جب کہ اہل سنّت کے مراکز بہت سارے ہیں۔ اپنی تمام تر قدیم روایات کے ساتھ عرب، ترکی، وسط ایشیا، انڈیا، مصر یا اسی طرح کے دیگر ممالک......امام احمد رضا کا پیغام آفاقی پیغام ہے......وہ کہتے ہیں کہ عالمی اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ، جو تمام ملکوں، تمام نسلوں اور تمام قوموں میں موجود ہے......کس قدر اہم پیغام ہے یہ دنیا بھر کے لیے۔

آج ہم مرگ مذہب کے دور میں رہ رہے ہیں......مذہب کو سائنس کے مطابق اور جدید بنانے کی کاوشوں نے مذہب و روحانیت کو نکال باہر کیا ہے...... سچی روحانیت تقریباً ختم ہو گئی ہے اور مذہب محض سیکولر مقاصد کے لیے رہ گیا ہے......

اسی طرح صہیونیت اور یہودیت ہر طرح سے نازی ازم کی طرح مذہب سے ایک غلبہ پسند نسلیت پرست تحریک میں تبدیل ہو گئی ہے......عیسائیت میں مذہب دائیں بازو کی انتہا پسند سیاست کی مدد کرنے کا ذریعہ بن گیا ہے......جیسا کہ سیاسی کیتھولک طریقہ یا جیری فال ویل کی انتہا پسند امریکی پروٹسٹنٹ بنیاد پرستی ہے......سری لنکا میں بدھ مت کے پیروکاروں میں مذہب نے نیشنلزم کی صورت اختیار کر لی ہے......اور مسلم دنیا میں اسلام ایک معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی تحریک میں تبدیل ہو گیا ہے...... جیسے مودودی اور خمینی کی سیاست میں اسلام کو کمیونزم اور فاشسزم کے نمونے پر تعمیر کیا گیا ہے......

ان تمام صورتوں میں روحانیت غائب ہو جاتی ہے......لوگ خدا پر نہیں، قوت و طاقت پر بھروسہ کرنے لگتے ہیں......صہیونیوں کی اصل اُمید امریکہ اور ایف ۔ ۱۴ ؍ پر ہے (۴)......وہ دُعا کی بجائے اجتماعی پروپیگنڈا اور اجتماعی تنظیم سازی پر یقین رکھتے ہیں......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی ساری تگ و تاز اس لیے تھی کہ کسی طرح روحانیت زندہ رہے۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، وہ کسی بھی صورت میں اسلام کو سائنس کے مطابق

ڈھالنے کی کوشش کو برداشت نہیں کرتے تھے......اس سے زیادہ اہم ان کی وہ کاوشیں ہیں جو انھوں نے اہل سنّت کے عقائد کے مطابق اسلام کے روحانی اشغال کے دفاع کے لیے جاری رکھیں......انھوں نے صوفی ازم یا اسلامی تصوف کے دفاع کے لیے سخت محنت اُٹھائی......اسلامی روحانیت کی بنیاد وہ مسلم درویش اور اولیاے کرام ہیں جن کا سلسلہ خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس سے جاملتا ہے......ان صوفیاے کرام کا ایک دوسرے سے اور ماضی بعید کے صوفی سلاسل سے گہرا ربط ہوتا ہے......اور اس طرح ایک نسل سے دوسری نسل تک صوفی ازم کا علم وعمل منتقل کرتے ہوئے وہ ایک زنجیر یا سلسلہ کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

امام احمد رضا تمام اہم صوفی سلاسل میں مجاز تھے اور خود بھی ایک بلند پایہ صوفی اور مصلح تھے......انھوں نے خود اور ان کے پیروکاروں نے تصوف کی تمام روایات پر عمل کیا......امام احمد رضا کی تحریروں میں اسلامی تصوف اور روحانیت کی ۱۴رسوسالہ روایات ملاحظہ کر سکتے ہیں......مذہب کی تمام علمی دولتیں ان ہی کے دَم سے ہیں......وہ ایک جدید صوفی سے کہیں برتر و بالا ہیں......انھوں نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیتی مرگ مذہب کی تحریک کے خلاف پوری قوت سے اسلام کا دفاع کیا......یہی وجہ تھی کہ انھوں نے متعصب اور نشہ میں ڈوبے ہوئے سائنس دانوں کے خلاف جہاد کیا......اور ہاں! یہی وجہ تھی کہ انھوں نے وہابیوں کے خلاف جدوجہد کی......

امام احمد رضا جدید عصر کے تمام حملوں کے خلاف مذہب کے زبردست محافظ تھے......انھوں نے ایک بھرپور تحریک کی رہنمائی فرمائی تاکہ اہل سنّت کے عقائد کے مطابق اسلام اپنا کام جاری رکھ سکے......تنہا یہی کام امام احمد رضا کو عالمی اہمیت کی حامل شخصیت بنادیتا ہے۔

بہت سی تقاریب اسلام اور اسلامی تصوف میں مرکزی حیثیت رکھتی ہیں۔مثلاً پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ''عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کی تقریبات...... بزرگان

دین کے مزارات یا دیگر مقامات پر ان کے عرسوں کی تقاریب وغیرہ......اس سارے تصوف اور مذہب کے ساتھ تمام طرح کی عبادات اور تقریبات کی مضبوط روایت وابستہ تھی......امام احمد رضا نے اس ساری روایت کی بھرپور حفاظت فرمائی......انھوں نے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ عصر جدید کو تصوف اور مذہب کی شان دار علمی روایت پر ڈاکہ نہیں ڈالنے دیں گے......مرگ مذہب کے خلاف یہ جدوجہد بجا طور پر عالمی اہمیت کی حامل ہے

صہیونیت، عیسائیت اور بدھ مت میں مذہب کی موت کے نتائج ہم ملاحظہ کر چکے ہیں......آج ہم جانتے ہیں کہ ہوش مندی اور عقل وشعور کا ایک ہی راستہ ہے کہ مرتے ہوئے مذہب کو پھر سے زندہ کر دیا جائے......انسانیت کے لیے ضروری ہے کہ ایک بار پھر خدا، حیات بعد از موت اور یوم حساب پر یقین کامل پیدا کرے......طاقت کی پرستش اور اس اخلاقی پستی کا جس میں انسانیت گزشتہ صدی سے گر چکی ہے فقط یہی ایک علاج ہے......لیکن صحیح مذہب کو کوئی کہاں تلاش کرے......مذہب میں تو تحریفات ہو چکی ہیں Bishop of Durham جیسے لوگوں کو ماننے والی عیسائیت کیسے یاد کرے کہ حقیقی مذہب کیسا تھا......لیکن ہمارے پاس امام احمد رضا اور ان کی رہنمائی میں چلنے والی سنّی تحریک موجود ہے......ہم ان کے پیرو کاروں اور ان کی تعلیمات کے ذریعے جان سکتے ہیں کہ حقیقی مذہبی زندگی کیسے گزاری جاتی ہے اور حقیقی روحانیت کیا ہوتی ہے......سائنسی قوم پرستی، نسلیت پرستی اور اجتماعیت کے جدید عہد میں حقیقی مذہب کا دفاع اور حفاظت ہی امام احمد رضا کی عالمی اہمیت ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی کی اہمیت، دیگر تمام خصوصیات مذہب کی موت کے خلاف ان کی دفاعی جدوجہد، ان کی طرف سے سائنس کی مخالفت، ان کی آفاقیت اور روایتی آرٹ کے تحفّظ کے عالمانہ کردار سے نمایاں ہوتی ہے......اور ان کی اصل اہمیت یہ ہے کہ وقت نے انھیں صحیح ثابت کر دیا ہے......کیوں کہ آج سب نے روایتی مذہب کو ترک کرنے، سائنس کے پیچھے بھاگنے اور سائنس کی ساری تبلیغ کی غلطی کو جان لیا ہے......یقیناً امام احمد رضا نے عمومی مذہب کا

دفاع نہیں کیا بلکہ انھوں نے اسلام اور خصوصی طور پر اہل سنّت کے عقائد کے مطابق اسلام کا دفاع کیا......اور دنیا کے لیے ان کی اصل اہمیت اسی میں تھی کہ انھوں نے اسلام کے دفاع اور حفاظت کے لیے کام کیا......امام احمد رضا بریلوی کی عالمی جدوجہد، ان کی یہی جدوجہد ہے جس کے ذریعے انھوں نے اسلام کا دفاع کیا اور اسے آج کے دور کے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے لیے محفوظ رکھا۔

انیسویں صدی میں زوالِ اقتدار کی وجہ سے اسلام کو بیرونی حملوں کا خطرہ درپیش تھا......لیکن اس کے ساتھ ہی اسلام کو اندرونی حملوں سے بھی خطرہ تھا......مسلمانوں میں اعلیٰ معاشرتی مقام کے حامل بہت سے لوگوں نے سوچا کہ اب مسلمانوں کے ساتھ رہنے میں ان کا کوئی مستقبل نہیں ہے......انھوں نے سوچا کہ وہ مسلم برادری کو چھوڑ کر یورپیوں اور امریکیوں جیسے غیر مسلم معاشرے میں اچھی زندگی گزار سکیں گے......وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اس طرح کرنے کے لیے انھیں اسلام کو مغربی نظریات کے مطابق ڈھالنا پڑے گا......روایتی اسلامی طرز زندگی کو چھوڑ کر مغربی طرز زندگی کی تقلید کرنا پڑے گی......اس سے بھی اہم بات یہ تھی کہ اسلام کو یوں تبدیل کرنے کی ضرورت تھی کہ وہ جدید مغربی سائنس کی پرستش سے مطابقت پیدا کر سکے......اسلام میں مذہبیت کم ہوجائے اور وہ جدید مغربی نظریات کے مطابق ڈھل جائے......اب یہ سب کچھ کرنے کے لیے ان (نام نہاد) مسلمانوں کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے و مقام کو گھٹانے کی ضرورت تھی......ان کے معجزات کا انکار درکار تھا......ان کو کسی خاص روحانی قوت سے محروم ایک عام انسان کی سطح تک گھٹانا مقصود تھا (معاذ اللہ) تاکہ مغربی سائنس سے ہم آہنگی ہو سکے......جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ و مقام کم کرنے کی کوشش کی گئی تو ان سائنس پرست مسلمانوں کا درجہ بزعم خویش بلند ہوگیا......اور وہ اپنی مرضی کے مطابق اسلام کو تبدیل کرنے کے استحقاق کا دعویٰ کرنے لگے......اب ان تمام ضرورتوں نے ان مسلمانوں کو ''وہابیت'' کے راستے پر ڈال دیا۔

وہابیت...... جسے ۱۸/ویں صدی میں محمد ابن عبدالوہاب نجدی نے شروع کیا وہ طاقت کے ذریعہ پروان چڑھی، وہابیت خالص مذہبیت اور خصوصاً روایتی تصوف کو اُتار کر دور پھینکنے اور اجتہاد کا دروازہ کھولنے کے کام آسکتی تھی......اجتہاد کا مطلب یہ تھا کہ اسلام کو مغربیت میں ڈھالنے کے خواہش مند مسلمانوں کی مرضی کے مطابق اسلامی قانون کو دوبارہ لکھا جائے تاکہ وہ غیر مسلم سوسائٹی میں اچھی نوکریاں حاصل کرسکیں......اس طرح امام احمد رضا کے دور میں اسلام کی شکست وریخت کا عمل شروع ہوگیا......اولاً اہل سنّت کے عقائد کے مطابق روایتی اسلام پر حملہ کیا گیا اور اسے کم تر بتایا گیا......اور پھر برطانوی حکومت میں اعلیٰ مناصب کے خواہاں سرسید احمد خاں جیسے لوگوں نے اسلامی جدیدیت کو رواج دیا......اور بعد ازاں مغربی سرمایہ داری کی تقلید محض کرنے والے اور حکمرانی کی تمام قوت اپنے ہاتھوں میں رکھ کر مسلم دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام تشکیل دینے والے، اسلامی جدت پسندوں نے اس جدیدیت کو مزید پروان چڑھایا......اور جب یہ اسلامی جدیدیت ناکام ہوگئی تو پھر کمیونزم اور فاشسزم کی نقل کی صورت میں وہابیت اُبھر آئی۔

فاشسزم اسلامی بنیاد پرستی ہے جو ایران اور دیگر ممالک میں مکمل ناکامی اور تباہی پر منتج ہوئی ہے......آج ہم ایسے دور میں رہ رہے ہیں جس میں مغرب کے بہترین دوست سعودی حکومت کے سانحے، مسلم دنیا میں تمام تر کوششوں کے باوجود اسلامی جدیدیت کی ناکامی کی مصیبت اور آج کے دور میں بنیاد پرستی کی آفت کی صورت میں وہابیت اپنے انجام کو پہنچ رہی ہے......بنیاد پرستی کی آفت شاید ابھی مستقبل میں بھی باقی رہے۔

امام احمد رضا محدث بریلوی نے بہت آغاز ہی میں ان تمام غلط راہوں کی نشان دہی اور بھرپور مخالفت کی تھی......وہ مغرب اور سائنس سے کوئی رورعایت نہیں رکھتے تھے......انھوں نے تمام عمر وہابیت کے خلاف جدوجہد میں صرف کی......انھوں نے ہر اس شخص کی مخالفت کی جس نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ ومقام کو گھٹانے کی کوشش کی......امام احمد رضا نے رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی بھی طرح کی تنقید کرنے یا ان کی عظمت و کمال میں کوئی بھی شک پیدا کرنے کی اجازت دینے سے صاف انکار کیا......انھوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و کمال کو گھٹانے والے وہابی تراجم قرآن کے مقابلے میں اردو زبان میں قرآن حکیم کا بہت ہی خوب صورت ترجمہ پیش کیا(۵)......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے اسلام کے ان تمام غداروں کی سیاسی اسکیموں کی مخالفت کی جو اسلام کو اپنی قوت بڑھانے کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے......انھوں نے ان دیوبندیوں اور وہابیوں کو خوب خوب ہدف تنقید بنایا جو سیکولر انڈیا میں ہندوؤں کے ساتھ مل کر اعلیٰ عہدوں پر پہنچنے کی آس لگائے بیٹھے تھے......امام احمد رضا نگاہِ بصیرت سے ملاحظہ فرما چکے تھے کہ یہ تمام کوششیں اشتمالیت اور وسیع قتل عام پر منتج ہوں گی...... کیوں کہ ہندو کبھی بھی اقتدار میں ان وہابیوں دیوبندیوں کی شرکت پسند نہیں کریں گے......امام احمد رضا نے ان وہابیوں کی عوامی سیاست پر سخت تنقید کی جو اعلیٰ مناصب کے حصول کی اسکیموں میں مدد کے لیے مسلمانوں کو محض ووٹروں کے گلّے میں بدل دینا چاہتے تھے......امام احمد رضا نے بابِ اجتہاد کھولنے کی کسی بھی کوشش کی بھرپور مخالفت کی ......وہ کسی کو بھی اپنی ذاتی قوت کے حصول کے لیے اسلام کے نام کا استعمال یا اسلام کی تبدیلی کی اجازت نہیں دیتے تھے......ان سب باتوں سے بڑھ کر امام احمد رضا نے حقیقی اسلامی برادری کے تحفظ کی کوشش فرمائی۔

روایتی اسلامی سوسائٹی اگر چہ پیچیدہ تھی مگر اس کی بنیاد نا قابل تبدیل شریعت کے محافظ اور مسلمانوں کے راہبر علماے کرام کے نظام، مزارات، خانقاہوں اور مشائخ کرام کے ساتھ صوفی سلاسل کے مکمل وجود اور میلاد کی طرح کی تقریبات پر تھی......یہی سوسائٹی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور پسند کے مطابق ڈھلی ہوئی سوسائٹی ہے اور امام احمد رضا نے اسی کے دفاع کی کوششیں فرمائیں۔

انھوں نے بلاشبہہ وہابیوں سے اس اسلامی سوسائٹی کو بچایا اور بہت سے ایسے دوسرے لوگوں سے بھی جو علما سے جان چھڑا کر مودودی کی طرح کے صحافی اور سیاست دانوں کو

نگراں بنانا چاہتے تھے تاکہ تصوف کے سلاسل کو مکمل طور پر تباہ کیا جاسکے......اپنی جگہ امام احمد رضا کے وقت ہی سے ان لوگوں نے سرمایہ داری یا اشتراکیت کے نمونے پر ایک خوف ناک سوسائٹی تشکیل دے لی تھی، جس پر انھیں کی حکومت تھی جس کا انھیں کو، ان کے خاندان کو اور ان کے دوستوں کو فائدہ تھا......اور اس ''سائنس پرست'' سوسائٹی سے چھٹکارے کی کسی بھی کاوش کو دبانے کے لیے انھیں ہر جگہ خفیہ پولیس کی ضرورت تھی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے یہ بھی رہنمائی فرمائی کہ مسلم کمیونٹی آج کی دنیا میں کس طرح صحیح معنی میں محفوظ رہ سکتی ہے......اور ۱۹۱۲ء میں چار نکاتی پروگرام کے تحت یہ نظریہ پیش فرمایا کہ مسلمانوں کو آپس کے تنازعات باہم حل کرنا چاہیے اور علما کی قیادت والا معاشرہ بنانا چاہیے......انھوں نے آپس میں خرید وفروخت کی طرف متوجہ ہونے کی رہنمائی فرما کر ان کے اتحاد، معاشی استحکام اور صحیح اسلامی معاشرہ کی تشکیل کا راستہ بھی بتادیا......یہی راستہ تھا جس پر چل کر مسلمان غیر مسلم سوسائٹی میں ڈھلے بغیر اپنی تمام روایات سمیت اپنی سوسائٹی کو محفوظ رکھ سکتے تھے......بدترین نسل پرستی، تعصب اور اشتمالیت سے......اور شریعت وطریقت کو پروان چڑھا کر اپنی اسلامی جنت میں برقرار رہتے ہوئے جدید دنیا کو جہنم میں اُترتے دیکھ سکتے تھے......وہ مغربیت اور سائنس کی بیجا لادینیت سے بھی محفوظ رہتے اور وہابیت کی لعنتوں سے بھی محفوظ رہتے......کسی طرح کا سیاسی دام ان کو اپنی گرفت میں نہ لے پاتا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور دیگر لوگوں نے اس منصوبہ بندی پر عمل کیا جس سے اسلام اور اہل سنّت کی روایتی سوسائٹی بیسویں صدی کے تمام تر مضرات کے باوجود زندہ وسلامت رہی......آج تمام جدت پسندوں اور بنیاد پرستوں کی ناکامی کے بعد منصوبۂ رضا کی عظمت کھل کر سامنے آرہی ہے......ان جدت پسندوں اور بنیاد پرستوں نے مسلم دنیا میں کوئی پائیدار تعمیر نہیں کی......غیر مسلم بھی ایک اچھی سوسائٹی تشکیل دینے میں ناکام رہے ہیں......کمیونزم اور فاشسزم دونوں ناکام ہو رہے ہیں......حتیٰ کہ اعتدال پسند سوشلزم کے فوائد بھی معدوم ہو رہے ہیں، کیوں

کہ مغرب اب دوبارہ سرمایہ دارانہ نظام کی خالص اور بے رحم تعبیر کی طرف لوٹ رہا ہے......اور دنیا سائنسی منصوبوں کی ناکامی محسوس کر رہی ہے......دریں حالات امام احمد رضا کی عالمی اہمیت اور بھی نمایاں ہو رہی ہے......انھوں نے جدید منصوبوں پر اس وقت تنقید کی جب وہ ابتدائی منزل طے کر رہے تھے۔

آج امام احمد رضا محدث بریلوی ہی کے نظریات سچ ثابت ہو رہے ہیں......یہ ایک مردِ مومن کی فراست اور اس کی بصیرت تھی......سب کچھ صدقہ تھا عشق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کا دور اب شروع ہوا ہے......ہم اسلام دُشمن اور غیر اسلامی حکومتوں اور معاشروں کی دنیا میں رہ رہے ہیں جس کا مذہب سے رابطہ کٹ چکا ہے......ہمیں امام نے سکھایا کہ ہم اس دنیا میں کس طرح ہر باطل کا مقابلہ کرتے ہوئے وقار کے ساتھ زندہ رہیں......اب تک ہم وہ تمام پہلو ملاحظہ کر چکے ہیں جن کی وجہ سے امام احمد رضا اہمیت کے حامل ہیں......انھوں نے جتنا جو کچھ بھی کیا اس کی اہمیت یہی ہے کہ انھوں نے جدید دنیا کے حملوں کے خلاف عقائد اہل سنّت کے مطابق اسلام کا دفاع کیا۔

امام احمد رضا عالمی اہمیت کے حامل ہیں کیوں کہ اہل سنّت کے عقائد اور اسلام عالمی اہمیت کے حامل ہیں اور عقائد اہل سنّت اور ان کے نظریات ہی دنیا کے مسائل کا جواب رکھتے ہیں......انھیں عقائد و نظریات کا نام اسلام ہے اور یہی سچا مذہب ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا پوری دنیا کے لیے، تمام انسانیت کے لیے اہمیت رکھتے ہیں، کیوں کہ وہ ایک اللہ، اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین حق کی طرف لوٹنے کی دعوت دیتے ہیں۔

امام احمد رضا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل و اکمل محبت اور عزت کو اسلام کا مرکز، اپنی زندگی کا مرکز اور اپنی تمام علمی کاوشوں کا مرکز بنائے رکھا اور یہی ان کی عالمی اہمیت کا سبب ہے۔

حواشی از مدیر:

(۱) اس موضوع پر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی تصنیف ''معین مبین بہر دور شمس وسکون زمین'' (مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی) ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ملاحظہ فرمائیں: فاضل بریلوی علماے حجاز کی نظر میں، از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور

(۳) ملاحظہ فرمائیں: فتاویٰ رضویہ (۱۲؍جلدیں) امام احمد رضا محدث بریلوی، مطبوعہ رضا اکیڈمی ممبئی

(۴) صہیونیت کے تشدد اور ظلم نے انسانیت کو شرمسار کر کے رکھ دیا ہے، امریکہ کی معاونت سے فلسطینی مسلمانوں کا قتلِ عام، نسل کشی، جبری بے دخلی، ظلم وستم جاری ہے، تمام تر وسائل کے ساتھ وہ نہتے عوام پر ٹوٹ پڑے ہیں، لیکن انسانی حقوق کی باتیں کرنے والی دنیا خاموش ہے، اقوام متحدہ صہیونیوں کے آگے بے بس ہے۔ ظالم- آزادی کے ساتھ قتل عام کر رہا ہے۔ یوں ہی مسلم ممالک کی بے حسی بھی مذموم ہے۔

(۵) ملاحظہ فرمائیں: کنزالایمان فی ترجمۃ القرآن، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں

☆☆☆

مالیگاؤں میں تحقیق وفلاح کا مرکز شاہراہِ عمل پر گامزن

اعلیٰ حضرت ریسرچ سینٹر

اعلیٰ حضرت روڈ، نور باغ مالیگاؤں

☆......رضویاتی باب میں اہم کتابوں کی اشاعت کا دائرہ وسیع ہوگا

☆......جہانِ رضویات میں تحقیقی وعلمی کاموں کی روشنی پھیلے گی۔ ان شاءاللہ

9325028586, 9273574090, 7588815888

gmrazvi92@gmail.com

خلف الصدق اعلیٰ حضرت

حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہ

مولانا محمد عبد المبین نعمانی قادری

مہتمم: دار العلوم قادریہ چریا کوٹ یوپی

مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کے فرزند اکبر خلف الصدق اور سچے جانشین حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہ (متوفی: ۱۳۶۲ھ/ ۱۹۴۳ء) بڑے پائے کے عالم تھے۔علم ظاہر و باطن میں یکتاے روزگار تھے، ساتھ ہی وجیہ وشکیل بھی تھے۔

مصنف تذکرہ علماے اہل سنّت مولانا محمود احمد قادری رفاقتی مظفر پوری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ کے بڑے صاحب زادے محمد نام معروف بہ حامد رضا حجۃ الاسلام خطاب ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے (غالباً ۹۲؍ کی نسبت سے محمد نام رکھا گیا۔ن) درسیات تمام وکمال والد ماجد (اعلیٰ حضرت قدس سرہ) سے پڑھی، تفسیر وحدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا۔تفسیر بیضاوی کے درس میں خصوصی توجہ تھی، علم وعمل میں باکمال، والد ماجد کے جانشین، عربی نثر ونظم میں منفرد اسلوب رکھتے تھے۔طبیعت بہت مرنجاں مرنج پائی تھی۔ تلامذہ مریدین اور ناداروں کی دستگیری آپ کا شیوہ تھا۔مرید وخلیفہ مخدوم شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ کے تھے۔ والد ماجد (اعلیٰ حضرت) سے بھی اجازت وخلافت تھی، ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔

برہان الاصفیاء مولانا شاہ رفاقت حسین، حضرت مجمع الفضائل مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن دھام نگر، حضرت مولانا شاہ حشمت علی خاں لکھنوی، حضرت مخدوم مولانا شاہ محمد ابراھیم رضا جیلانی میاں خلف اکبر، حضرت مولانا حماد رضا قدس سرہما آپ کے نام ور خلفا ہیں۔

(تذکرہ علمائے اہل سنت، ص ۸۰۔ ۸۲)

دیگر خلفا یہ ہیں:

محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد پنجابی، مولانا تقدس علی خاں بریلوی، مفتی اعجاز ولی خاں، علامہ ابوالحسنات محمد احمد لاہوری، مفتی ظفر علی نعمانی (کراچی)

یہ بہت مختصر مگر جامع سوانح حیات ہے، اگرچہ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ پر بہت کچھ لکھا جاسکتا ہے لیکن میں یہاں ان کی حیات وخدمات کے چند اہم گوشوں ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔

ہمت مردانہ آپ کی قابل داد تھی، ایک مرتبہ جسم پر پھوڑا ہو گیا، ڈاکٹر نے بے ہوش کر کے آپریشن کرنے کا ارادہ کیا تو آپ نے بے ہوش ہونے سے انکار کیا، بغیر بے ہوش ہوئے آپریشن کرایا، ڈاکٹر اس ہمت مردانہ پر بہت متعجب ہوا۔

(تذکرہ اکابر اہل سنت، ص ۱۳۱، از مفتی شفیق شریفی)

والد گرامی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طرح آپ نے بھی اول سے آخر تک اعلیٰ حضرت ہی سے علوم وفنون حاصل کیے اور فائق الاقران ہوئے۔

خطبۂ صدارت:

مرادآباد کی سرزمین پر سنّی کانفرنس میں آپ نے نہایت پر مغز، معلوماتی اور تحریکی خطبۂ صدارت پیش فرمایا، جس کے چند نکات یہ ہیں:

۱۔ دینی مدارس اور دیہات میں اسلامی مکاتب قائم کیے جائیں۔

۲۔ انگریزی اسکولوں کے طلبہ کے لیے شبینہ مدارس کھولے جائیں، جہاں شب میں ایک گھنٹہ

دینی تعلیم دی جائے۔

۳۔دینی مدارس کے باصلاحیت طلبہ ہفتے میں دوروز دعوت وتبلیغ کے کام کریں، مدرسین (اساتذہ) بھی اس کام کے لیے اُٹھیں اور مسلمانوں میں بیداری لائیں۔

۴۔ہر مسلمان دوسرے مسلمان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔

۵۔ملازمت (جس کے لیے آج کل ہوڑ مچی ہے) مدارج ترقی تک نہیں پہنچا سکتی، مسلمانوں کو دست کاری اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے۔جن قوموں کے پاس حرفت اور پیشہ ہے، وہ نوکری والوں سے بہتر زندگی بسر کر رہے ہیں، مسلمانو! ملازمت کا خیال چھوڑ و، تجارت پر ٹوٹ پڑو۔

۶۔تھوڑا سرمایہ ہو اسی سے تجارت شروع کردیں ان شاءاللہ یہ چھوٹا کام جلد ہی بڑا ہو جائے گا۔

۷۔دوسرے مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی تجارت میں مدد کریں۔

۸۔جو لوگ بے کار ہیں ان کو کام میں لگایا جائے۔

۹۔فضول خرچی سے مسلمان بچیں، کفایت شعاری کو شعار بنائیں۔

۱۰۔سود سے بچو اور اگر معلوم ہو جائے کہ فلاں مسلمان نے سودی پیسہ لے کر دعوت کی ہے، اس کی دعوت میں نہ جاؤ۔

۱۱۔شریعت مطہرہ کے دامن میں پناہ لو، اس کے احکام پر چلو۔

۱۲۔گاؤں میں ''انجمن قرض حسن'' کے نام سے کمیٹی بنائی جائے اور اپنے بھائیوں کو قرض حسن دیا جائے۔(تاکہ وہ سودی قرض سے بچیں)

خطبہ اچھا خاصا طویل ہے، یہ چند نکات بطور نمونہ پیش کیے گئے ہیں۔جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام کی اصلاح معاشرہ کے تعلق سے کیا فکر تھی۔

مسجد شہید گنج کی تحریک میں شرکت:

شارح بخاری مولانا سید محمود احمد رضوی الوری ثم لاہوری علیہ الرحمہ اپنی کتاب (سیدی ابوالبرکات) میں تحریر کرتے ہیں:

۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء میں جب مسجد شہید گنج کی تحریک اُٹھی تو حضرت امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ کی زیر سر پرستی والد صاحب قبلہ علیہ الرحمہ (علامہ سید ابو البرکات) اور آپ کے برادر مکرم حضرت علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد صاحب خطیب مسجد وزیر خاں لاہوری نے مسجد کی واگزاری میں سرگرمی سے حصہ لیا، ان دنوں جمعہ کے دن مسجد شہید گنج کے سلسلے میں حضرت پیر صاحب علی پوری کی زیر قیادت جو جلوس لاہور میں نکالا، اس میں صدر الا فاضل مولانا نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمہ، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ بریلوی بھی شامل تھے۔ کسی ہندو نے دہلی دروازے سے جلوس گزر رہا تھا، ایک پتھر پھینک دیا جو حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب مرحوم کی پیشانی پر لگا اور خون بہنے لگا۔ حضرت والد صاحب قبلہ (سید ابو البرکات) نے رومال سے آپ کے ماتھے کو چھپا لیا تاکہ مسلمان مشتعل نہ ہوں اور جس مقصد کے لیے جلوس چلا جا رہا ہے وہ فوت نہ ہو۔ افسوس! یہ مسجد انگریز کی اسلام دُشمن پالیسی اور بعض مسلمان لیڈروں کی غداری اور بے تدبیری کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ واگزار نہ ہوسکی بلکہ شہید کر دی گئی۔ اورالمیہ یہ ہے کہ پاکستان بن جانے کے باوجود بھی یہ مسجد ویران و پریشان، اذان واقامت اور ذکر الٰہی سے محروم ومہجور ہے، پاکستان کی کسی حکومت نے اس مسئلے کی طرف توجہ نہ دی اور ہم مسلمان کی غیرت پر اوس پڑی ہوئی ہے۔

(سیدی ابو البرکات، ص ۳۵، مطبوعہ حزب الاحناف لاہور)

مذکورہ واقعے سے حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے مجاہدانہ کردار پر روشنی پڑتی ہے اور آپ زخم لگنے پر صبر واستقامت کے پیکر بن گئے، ورنہ دوسرا کوئی ناصبرا ہوتا تو ضرور تکلیف کا اظہار کرکے ہنگامی صورت حال پیدا کر دیتا۔

شدھی تحریک اور حجۃ الاسلام:

''سیدی ابو البرکات'' کے مصنف مولانا سید محمود احمد رضوی علیہ الرحمہ شدھی تحریک کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۳۴۱ھ مطابق ۱۹۲۳ء کے آغاز ہی میں صوبہ یوپی میں شدھی کی تحریک کا آغاز ہوا (جس کے تحت) ہندو سرمایہ داروں نے سوامی شردھانند کی مدد سے (عام قسم کے) مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لیے اسکیم بنائی تو حضرت والد قبلہ علیہ الرحمہ (ابوالبرکات سید احمد) نے حضرت صدر الافاضل مرادآبادی کی نگرانی میں اور حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی علیہ الرحمہ کے تعاون سے اس فتنے کے انسداد و استیصال کے لیے ایک سنی تبلیغی جماعت بنائی، اس جماعت نے منظم طور پر شدھی کے فتنے کے سد باب کے لیے کام کیا۔ ملکانہ قوم کو (جو شردھانند سے بہت متاثر تھی) انھیں کے انداز میں اسلام کی تبلیغ کی۔ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے تقریر کے ساتھ ساتھ تحریری میدان میں بھی مؤثر اور تسلی بخش خدمات انجام دیں۔ آپ نے اپنے رسالہ ''السواد الاعظم'' مرادآباد کے ہر شمارے میں قسط وار شردھانند کے قرآن اور اسلام پر اعتراضات کے جوابات تحریر فرمانے شروع کر دیے۔ حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ کی یہ تحریرات اسلام و قرآن پر غیر مسلموں کے اعتراضات کے مدلل جوابات کا ایک شاہ کار ہیں۔

مرکز علوم اسلامی بریلی شریف سے مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب کی زیر سرپرستی اس فتنے کے استیصال (جڑ سے اکھاڑ پھینکنے) کے لیے لٹریچر کی اشاعت کا کام بھی ہوتا تھا۔ اور والد صاحب قبلہ (مولانا سید ابوالبرکات) تقریر کے ساتھ ساتھ تبلیغی جلسوں اور متاثرہ علاقوں میں تبلیغی وفود بھیجنے کا اہتمام فرماتے تھے، چنانچہ متھرا، بھرت پور، بڑودہ، گڑگانواں، فرخ آباد، رہتک اور دیگر شہروں میں تبلیغ اسلام کے لیے علمائے اہل سنّت کے وفود بھیجے گئے۔ حضرت سید غلام بھیک نیرنگ بھی ان وفود میں شامل ہوتے تھے۔

یہ جماعت (حجۃ الاسلام) مولانا حامد رضا خاں صاحب، مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب بریلوی، مولانا قطب الدین اشرفی برہمچاری، مولانا احمد مختار صدیقی میرٹھی اور حضرت والد قبلہ مولانا سید ابوالبرکات سید احمد صاحب علیہم الرحمۃ والرضوان پر مشتمل تھی۔

والد صاحب فرمایا کرتے تھے: مولانا برہمچاری مرحوم کو ہندو دھرم پر عبور حاصل تھا، وہ اپنے شاگرد مولوی غلام قادر اشرفی کے ہمراہ طرح طرح کا بھیس بدل کر تبلیغ اسلام کرتے تھے، ان کی تقریر اور عملی کارروائی بڑی مؤثر ثابت ہوتی تھی۔ مجموعی طور پر علماے اہل سنّت کی تبلیغ سے ساڑھے چار لاکھ مرتد (پھر سے) مسلمان ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ ہندوؤں نے اسلام قبول کیا، مولانا برہمچاری کی تبلیغ سے تقریباً پچاس ہزار ہندوؤں نے اسلام قبول کیا۔ غرض کہ فتنہ شدھی کے مقابلے کے لیے بریلی سے جماعت رضاے مصطفیٰ میدان عمل میں آئی۔ جماعت اشرفیہ اشاعت الحق نے بھی اس سلسلے میں نمایاں حصہ لیا۔ حضرت والد صاحب قبلہ کے پیر طریقت امام العارفین حضرت شاہ سید علی حسین الاشرفی الجیلانی قدس سرہ العزیز نے باوجود کبر سنی کے اس فتنے کا پوری قوت سے مقابلہ کیا۔ (سیدی ابوالبرکات، ص ۲۴۔ ۲۵)

مصنف آگے لکھتے ہیں:

فتنہ شدھی کے سد باب کے لیے والد صاحب قبلہ کے استاذ مکرم صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی علیہ الرحمہ نے شعبان ۱۳۴۳ھ؛ ۱۷/ ۱۸/ ۱۹/ مارچ ۱۹۲۵ء کو مرادآباد میں علما و مشائخ اہل سنّت کی ایک کانفرنس منعقد فرمائی تھی، جس میں مولانا سید ابوالمحمود احمد اشرف کچھوچھوی، مولانا سید سلیمان اشرف بہاری، مولانا یعقوب حسین صاحب بلاس پوری، مولانا عبدالمجید آنولوی (ان کے فرزند) مفتی عبدالحفیظ صاحب خطیب آگرہ، امیر ملت حضرت سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری، حضرت مولانا محمد عمر نعیمی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب بریلوی اور حضرت والد قبلہ (سید احمد ابوالبرکات) رحمۃ اللہ علیہم نے شریک ہوکر اسلام کی حقانیت اور شردھانند کے اعتراضات کے جوابات کے موضوع پر تقاریر فرمائیں اور اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لیے مؤثر لائحہ عمل طے کیے۔ (سیدی ابوالبرکات، ص ۲۶)

مذکورہ اقتباسات سے معلوم ہوا کہ حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں بریلوی قدس سرہ نے شدھی تحریک کو کچلنے کے لیے دیگر علماے اہل سنّت کے ساتھ محنت کی تھی۔ آپ کے برادر اصغر

حضور مفتی اعظم ہند علامہ شاہ مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہ نے اس سلسلے میں نمایاں خدمات انجام دیں بلکہ آپ کا نام نامی اس باب میں سرفہرست ہے، جیسا کہ حیات مفتی اعظم میں تفصیلات مذکور ہیں۔ لیکن سوانح نگاروں نے حضرت حجۃ الاسلام کی کوششوں کا تذکرہ اس سلسلے میں نہ کے برابر کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضور حجۃ الاسلام کی حیات وخدمات کے ابھی بہت سے گوشے پردۂ خفا میں ہیں، متعلقین واحباب کو جو محنت کرنی چاہیے تھی وہ نہ ہوسکی۔ یوں ہی حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کے فتاویٰ کی تعداد بہت کم ہے۔ فتاویٰ حامدیہ کے نام سے جو مجموعہ فتاویٰ شائع ہوا ہے، اس کی مقدار بہت تھوڑی ہے، جب کہ سرکار اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وصال کے بعد بائیس سال تک آپ باحیات رہے، یہ بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد بھی استفتا کا آنا بند نہ ہوا۔ خصوصاً جب کہ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت کے سچے جانشین تھے، علم وفضل میں یکتائے روزگار تھے، فقہ وفتویٰ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، جیسا کہ مطبوعہ فتاویٰ وکتب سے ظاہر ہے، لہٰذا یا تو آپ کے فتویٰ کہیں ذخیرۂ کتب میں گم ہیں یا پھر ضائع ہوگئے۔ کچھ یہی حال سرکار مفتی اعظم ہند قدس سرہ کے فتویٰ کا بھی ہے کہ آپ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد اکسٹھ سال باحیات رہے اور مسلسل تحریر فتویٰ میں مشغول رہے، عمر کے آخری چند سالوں میں جب آپ سخت بیماری، نقاہت اور استغراقی کیفیت میں مبتلا تھے، انھیں ایام میں فتوے کا کام بند رہا، یعنی دارالافتاء میں دوسرے حضرات یہ کام انجام دیتے رہے، مثلاً علامہ قاضی عبدالرحیم بستوی، علامہ مفتی محمد اعظم ٹانڈوی، مفتی عبدالرحمٰن وغیرہم، لیکن بسعی تام جب مولانا محمد حنیف خاں صاحب نے آپ کے فتاویٰ کا مجموعہ تیار کیا تو وہ ۷ رجلدوں میں آیا۔

شاعری:

حضور حجۃ الاسلام قدس سرہ کی شاعری کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ آپ کے کلام سے فن کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے، لیکن چند نعتیں اور نظمیں ہی ایک مختصر مجموعے میں آسکیں...... آپ کی نعتیہ بیاض شاید کسی گوشۂ گمنامی میں ہے یا ضائع ہوچکی، اسلاف واکابر

کے ساتھ ہماری یہ بے اعتنائی عجیب تر ہے اور قابل افسوس۔

علماے لاہور سے روابط:

لاہور کا مرکزی ادارہ دارالعلوم حزب الاحناف کے ارباب بست وکشاد سے بھی حضرت حجۃ الاسلام کے تعلقات مضبوط تھے۔شدھی تحریک میں آپ نے ابوالبرکات حضرت علامہ سید احمد قادری اشرفی کے ساتھ مل کر کام کیا،جس کا تذکرہ اوپر آ چکا ہے،وہاں کے جلسوں میں بھی آپ مدعو کیے جاتے، چنانچہ دارالعلوم حزب الاحناف کا پہلا جلسہ سالانہ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۵ء دہلی دروازہ لاہور میں منعقد ہوا تو اس جلسے میں دیگر اکابر علماے اہل سنّت کے ساتھ حجۃ الاسلام اور حضور مفتی اعظم کو بھی مدعو کیا گیا۔اس کا ذکر ''سیدی ابوالبرکات'' نامی کتاب کے صفحہ ۲۸ / پر موجود ہے۔حضرت محدث دیدار علی الوری علیہ الرحمہ کے صاحب زادگان سے بھی آپ کے اور مفتی اعظم ہند کے تعلقات تھے۔چنانچہ علامہ سید محمود احمد رضوی صاحب فیوض الباری شرح بخاری تحریر فرماتے ہیں:

والد قبلہ (علامہ سید ابوالبرکات) کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی صحبت و تربیت کا شرف حاصل تھا۔آپ نے اعلیٰ حضرت کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کے فن میں عبور حاصل کیا تھا۔ فتاویٰ رضویہ کی جلد اول اور بہار شریعت کا پہلا حصہ آپ کی زیر نگرانی حسنی پریس بریلی میں طبع ہوا۔اعلیٰ حضرت کی صحبت و تربیت نے آپ کو علم و فضل اور تقویٰ وطہارت کا پیکر بنا دیا تھا۔اعلیٰ حضرت کے نام ور فاضل صاحب زادہ حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ اور مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفیٰ رضا خاں صاحب مدظلہ العالی والد صاحب کے خصوصی احباب میں تھے۔حضرت مفتی اعظم سے بہت ہی گہرے تعلقات تھے۔اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے والد قبلہ کو قرآن وحدیث،تفسیر،فقہ اور تمام سلاسل اولیا اور وظائف کی روایت واجازت عطا فرمائی تھی۔اپنے ہاتھ سے قلمی سند لکھ کر دی تھی اور خلافت سے بھی نوازا تھا۔

(سیدی ابوالبرکات،ص ۶۶۔۶۷)

اس سے حجۃ الاسلام قدس سرہ کے علم وفضل اور زہد وورع کی شہرت ومقبولیت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ کے عہد میں بڑے بڑے علما ومشائخ آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور اکابر اہل سنّت کے ساتھ بڑے بڑے جلسوں میں آپ کو عزت ووقار سے یاد کیا جاتا۔ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے یہ کچھ گمنام گوشے جن پر راقم نے روشنی ڈالی ہے، تلاش کرنے سے ابھی اور بھی گمشدہ معلومات حاصل ہوسکتی ہیں۔

سردست مشہور ہفتہ روزہ الفقیہ امرتسر کے حوالے سے حجۃ الاسلام کا تذکرہ نقل کر کے پیش کیا جارہا ہے۔

حجۃ الاسلام الفقیہ امرتسر میں:

ہفتہ روزہ الفقیہ امرتسر میں حضرت حجۃ الاسلام کے انتقال کے بعد ''موت العالِم موت العالَم'' کی سرخی لگا کر مدیر نے یہ تحریر کیا:

حضرت اقدس حجۃ الاسلام جناب مولانا مولوی حاجی مفتی قاری شاہ محمد حامد رضا خان صاحب قبلہ سجادہ نشین (آستانہ رضویہ) کی علالت ربیع الاول شریف ۱۳۶۲ھ کی تاریخوں سے شروع ہوئی اوراس کے باوجود کہ علاج کی ہر ممکن صورت اختیار کی گئی مگر مرض شدت کے ساتھ بڑھتا رہا اور علالت ترقی کی صورت اختیار کرتی گئی۔ بالآخر ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ/ ۲۳ر مئی ۱۹۴۳ء بروز یکشنبہ شب کے گیارہ بجے وہ وقت آ گیا جب کہ عشاق الٰہی ہجر وفراق کی کشمکش سے نجات حاصل کر کے محبوب حقیقی کے بادۂ وصل سے سرشار ہوکر ابدی حیات اور دائمی زندگی حاصل کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نے عین اس حالت میں جب کہ نماز کے لیے ہاتھ باندھے ہوئے تھے وصال فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ رٰجعون

حضرت اقدس (حجۃ الاسلام) قدس سرہ العزیز کے وصال کی خبر ایک ساعت میں تمام شہروں میں پھیل گئی اور دوشنبہ کی صبح کو جب کہ آفتاب اپنی نورانی کرنیں کائنات ارضی پر ڈال رہا تھا۔ بریلی کی فضاؤں پر غم والم کی بھیانک رات چھائی ہوئی تھی اور بریلی کا گوشہ گوشہ اس عالم

ربانی کے فراق میں خون کے آنسو بہا رہا تھا۔

چوں کہ سوداگری محلے میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی کہ اس لیے وہاں کی سب سے بڑی مسجد، مسجد نومحلہ کے قریب اسلامیہ ہائی اسکول کے عریض میدان میں لے جایا گیا۔ مسجد نومحلہ سے مغرب کی نماز ادا کی گئی، جس میں تقریباً پچیس ہزار مسلمان شریک تھے، جنازہ ایک بہت بڑے جلوس کے ساتھ کتب خانہ (محلہ) کے نیچے کے بازار سے گزرتا ہوا شب کو دس بجے محلہ سوداگران خانقاہ عالیہ رضویہ میں پہنچا۔ مقامی و بیرونی مسلمان اس شمع رضوی پر پروانوں کی طرح ٹوٹ رہے تھے اور زیارت کے لیے مچل رہے تھے، اس لیے مزار اطہر میں اُتارنے کے بعد زیارت کا موقع دیا گیا اور زیارت کا سلسلہ تقریباً ڈھائی گھنٹہ رہا اور شب کو ساڑھے بارہ بجے جسم اطہر کو مواجہہ اعلیٰ حضرت میں سپرد خاک کر دیا گیا، تیسرے دن چہارشنبہ کو فاتحہ سوم ہوئی، جس میں کلام پاک کا ختم ہوا، زائرین و متوسلین کا اس قدر ہجوم تھا کہ آستانہ عالیہ رضویہ، مسجد و خانقاہ شریف اور جماعت رضائے مصطفیٰ کا دفتر ناکافی ثابت ہوا تھا۔ اسی تاریخ اور اسی وقت شہر و دوسرے محلوں میں بھی فاتحہ سوم ہوئی اور بہ کثرت کلام پاک ختم ہونے کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں کہ اس وقت تک ایک ہزار تک ختم قرآن کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اس میں شبہہ نہیں کہ اس امام اہل سنّت کا سایہ ہمارے سروں سے اُٹھ جانا یقیناً ایک زبردست روحانی تکلیف کا باعث ہے لیکن ہم سب کو دُعا کرنی چاہیے کہ مولیٰ ہمیں صبر کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت اقدس کے سلسلے کو تا قیامت جاری رکھے، آمین

حضرت اقدس کے عرس چہلم کی تیاریاں ابھی سے ہو رہی ہیں، اس مبارک عرس میں متوسلین اور ملک کے علما و مشائخ کا زبردست اجتماع ہوگا، جس میں حضرت اقدس سے بیعت و ارادت کا تعلق رکھنے والے اصحاب خصوصاً حضرت اقدس کے خلفا کی شرکت لازمی ہے، عرس چہلم کی تاریخ سے ان شاء اللہ تعالیٰ مطلع کیا جائے گا۔

خادمان: ابراہیم رضا جیلانی، حماد رضا نعمانی، آستانہ عالیہ رضویہ محلہ سوداگران بریلی

مدیر الفقیہ :

اخبار الفقیہ کے مدیر محترم معراج الدین رقم طراز ہیں:

''ہم نے مندرجہ بالا خط کو جس رنج سے درج اخبار کیا ہے اور اس سے جس قدر صدمہ ہمارے دل کو ہوا ہے اس کا اظہار بذریعہ تحریر ناممکن ہے ۔**موتُ العالِم موتُ العالَم** ایک سچا مقولہ ہے۔ ایسے علما کا دُنیا سے اُٹھ جانا درحقیقت دُنیا کی موت ہے۔ اس پرفتن زمانے میں جب کہ فرقہ ہائے ضالہ دین اسلام کو خراب کرنے کے لیے بڑی جدوجہد سے کام لے رہے ہیں ایسے لوگوں کا ہم میں سے اُٹھ جانا ایک نا قابلِ تلافی نقصان پہنچانے والا ہے۔دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فرزندان کو ان کا صحیح جانشین بنا دے ۔اوران کو توفیق دے کہ وہ ان کے نقش قدم پر چل کر اور حمایتِ دین متین میں سرگرم ثابت ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کو اپنے جوار رحمت میں اعلیٰ مدارج عطا فرمائے۔اور پس ماندگان اور متعلقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔(آمین)

ابوالریاض معراج الدین عفی عنہ۔''

(الفقیہ امرتسر، جلد ۲۶، ۷رجون ۱۹۴۳ء)

اسی ہفت روزہ الفقیہ امرتسر میں حضرت حجۃ الاسلام کے انتقال پر جلسۂ تعزیت کی رپورٹ بھی شائع ہوئی، یہ جلسہ دارالعلوم مسکینیہ دھوراجی (گجرات) میں منعقد ہوا اور اس کی رپورٹ جناب احمد میاں (مدرس) نے شائع کرائی۔

انجمن خدام المسلمین فیروز پور شہر میں بھی جلسہ فاتحہ خوانی منعقد ہوا،جس کی رپورٹ جناب عبداللہ خاں جنرل سکریٹری انجمن نے شائع کرائی۔

عرس چہلم حجۃ الاسلام:

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کا عرس چہلم خانقاہ رضویہ بریلی شریف میں ۴رجولائی ۱۹۴۳ء مطابق ۲۹رجمادی الآخرہ ۱۳۶۲ھ یکشنبہ کو منعقد ہوا، رپورٹ کا یہ حصہ قابل ذکر ہے:

عرس چہلم کے اس شان دار اور مبارک اجتماع اور اپنی نمایاں خصوصیات، اس جلسے

میں قرآن خوانی ومنقبت خوانی کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ اعلیٰ حضرت قبلہ امام اہل سنت رضی اللہ عنہ کا سجادہ نشین حضرت مفتی اعظم جناب مولانا مولوی شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قادری مدظلہم کو قرار دیا گیا اور حضرت حجۃ الاسلام قدس سرہ کا سجادہ نشین آپ کے فرزند اکبر حضرت جناب مولانا ابراہیم رضا خاں صاحب قادری عرف جیلانی میاں صاحب کو بنایا گیا اور طے پایا کہ مدرسہ منظر الاسلام (جامعہ رضویہ) حضرت مفتی اعظم صاحب قبلہ کی سرپرستی میں رہے گا، مجھے ان مستحسن تجویزوں سے نہایت مسرت ہوئی۔ جن سے اُمید کی جاتی ہے کہ مستقبل تاب ناک وشان دار ثابت ہوگا۔ (الفقیہ امرتسر، ۱۴؍اگست ۱۹۴۳ء)

یہ حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کے عصر میں ایک ہفت روزہ اخبار کا بیان ہے جو دستاویزی حیثیت رکھتا ہے۔ اس وقت کے دیگر اخبارات ورسائل کو کھنگالا جائے تو مزید بہت سے اہم تاثرات اور حقائق منظر عام پر آسکتے ہیں۔

☆☆☆

حضور مفتیِ اعظم ہند اور شدھی تحریک

ڈاکٹر محب الحق قادری
کریم الدین پور، برکات نگر، گھوسی

وَلۡتَکُنۡ مِّنۡکُمۡ اُمَّۃٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ ۔ (سورۂ آل عمران: ۱۰۴)

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور بری سے منع کریں۔ (کنز الایمان)

تاریخ عالم گواہ ہے کہ جب بھی کفر و شرک، ظلم و زیادتی بڑھی ہے تو انبیاے کرام کے بعد ان کے وارثین رشد و ہدایت کے لیے تشریف لائے اور اُمت کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کا فریضہ انجام دیا، اللہ کے عظیم بندے اپنی عزت و وقار کے لیے نہیں، بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوش نودی کے لیے، ملت بیضا کی حفاظت اور اس کی بقا کے لیے اپنی جان و مال اور اہل و عیال کو اللہ کے سپرد کر کے راہِ حق میں نکل پڑے، انھیں نہ کوئی خوف ہوا نہ کوئی ڈر۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

الَّذِیۡنَ یُبَلِّغُوۡنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَ یَخۡشَوۡنَهٗ وَلَا یَخۡشَوۡنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ

(سورۂ احزاب: ۳۹)

ترجمہ: وہ جو اللہ کے پیام پہنچاتے اور اس سے ڈرتے اور اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ کرتے۔ (کنز الایمان)

یہ لوگ اپنی متاع حیات کو فلاح و نجات کے لیے اللہ کی راہ میں جہاد کو فوقیت دیتے

ہیں، وہ لوگ عشرت کدوں میں ہوں یا غریب خانوں میں، بوریا نشیں، جب بھی دین کے لیے ضرورت پڑی تو جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (سورۂ مآئدہ:۳۵) کو اولیت دی اور اس کی تاب ناک روشنی میں مستقبل کے اہداف طے کیے، ایسے لوگوں میں صاحب فضیلت و مرتبت، مرشد برحق حضور مصطفیٰ رضا خاں صاحب، مفتی اعظم ہند قدس سرہ العریز کی ذات ستودہ صفات ہے، جن کی حیات مبارکہ کا سب سے تاب ناک اور درخشندہ دور ۱۹۲۳ء میں شدھی تحریک کے انسداد کے لیے اعلاء کلمۃ الحق ہے، وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ (سورۂ تغابن:۱۱) ''اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت فرما دے گا''... جس پر علماے کرام و مشائخ عظام نے لبیک کہا اور ''جماعت رضاے مصطفیٰ'' کے پلیٹ فارم سے ایسی شان دار تحریک چلائی، جو بہت تیزی سے پھیلی تھی۔ یہاں تک کہ شدھی تحریک محض ۶/سال میں ختم ہوگئی اور شردھانند کا ۱۹۲۶ء میں قتل بھی ہوگیا، وعدہ البتہ ہے کہ، وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۂ آل عمران:۱۳۹) ''تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو''... مگر اس تحریک کی چنگاری خاکستر میں دبی رہی اور اب بھاجپا حکومت کی سرپرستی میں گھر واپسی کے نام سے، پھر اس تحریک نے بال و پر پھیلانے شروع کر دیے۔

ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت، بڑے بڑے راجے مہاراجے دامے درمے پورے دل بل کے ساتھ شردھانند کی مدد کر رہے تھے، شردھانند کی رہنمائی میں، سادھو سنت، پنڈتوں کا گروہ در گروہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تبلیغ کر رہا تھا۔ جہاں جیسی ضرورت ہوتی زور زبردستی اور دولت کی لالچ دے کر سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنا رہے تھے (مسلمان سے ہندو بنا رہے تھے) اور تقریباً ساڑھے چار لاکھ مسلمان مرتد ہو چکے تھے، مزید ہونے کی تیاری کر رہے تھے، اس دور ارتداد میں حضور مفتی اعظم ہند نے اس فتنہ کے خلاف کلمۃ الحق بلند کیا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشاے لب بام ابھی

اس وقت پورے ملک کے مسلمان ڈرے سہمے ہوئے تھے اور علما و مشائخ خانقاہوں میں ، مفکرین و مدبرین ملت تماشہ بیں ہاتھ پر ہاتھ رکھے اپنی عشرت گاہوں میں بیٹھے رہے ۔دوسری طرف نام نہاد نیشنلسٹ مسلمان ابوالکلام آزاد، محمد علی جوہر، مولوی حسین احمد مدنی وغیرہ شردھانند کو ساتھ لے کر مسلمانوں میں ہندو مسلم اتحاد و اتفاق کے گن گا رہے تھے، یہاں تک کہ شردھانند کو جامع مسجد دہلی کے ممبر پر بیٹھا کر مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی تقریر کرائی گئی ، وہ جامع مسجد جس کے منبر سے اسلام اور مسلمان کے فلاح و نجات کا خطبہ پڑھا جائے ، اللہ اور اس کے رسول، خلفاے راشدین کی عظمت و شوکت بیان کی جائے ، اسلام کا غلغلہ بلند ہو، اس منبر سے ملعون مردود مشرک کی تعریف و توصیف سے اتحاد و اتفاق کے بیان دلوائے جائیں ، یہ کیا بو العجبی ہے؟ ان کے اس رویے پر حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے فتاویٰ میں اپنے اضطراب اور جلال کا اظہار فرمایا ہے۔

ابھی تک مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلیں ، اتحاد کے شیدائی (نیشنلسٹ مسلمان) اسی نشہ میں ہیں کہ انھیں ابھی تک اتحاد کی ہی فکر ہے، لاکھوں آدمی بے ایمان ہو جائیں اور کافر بنائے جائیں اس کا غم نہیں ، مگر اتحاد رہے، اس خیال سے بعض اتحاد کے حامی (خلافتی و کانگریسی نیشنلسٹ مسلمان) ظاہر تو یہ کرتے ہیں کہ اس فتنے کا رد، کیا یہ ضروری ہے؟

جب کہ قرآن نے صاف صاف بیان کر دیا ہے کہ مشرکین تمہارے کھلے ہوئے دُشمن ہیں، وہ تمہارے دوست کبھی نہیں ہو سکتے ، مگر (نیشنلسٹ) مسلمان کی عقل پر پردہ پڑ گیا تھا، آج پھر وہی مدنی خاندان آر ایس ایس کی گود میں بیٹھ کر ہنود کی حمایت میں بیان دینا شروع کر دیا ہے، مولوی ارشد مدنی کہتے ہیں کہ ہندوستان کے ہندو کافر نہیں ۔دوسرے قاسمی صاحب کہتے ہیں ہمارے پیغمبر شیو شنکر تھے ، ہم کہتے ہیں کہ تمہارے پیغمبر شیو شنکر ہوں گے ، ہمارے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام کو قرآن نے بتادیا اور ان کی پہچان بھی بتا دی ، اس لیے ہم انھیں کو اپنا پیغمبر مانتے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کو جن کا ذکر قرآن میں ہے ۔آج پھر ضرورت ہے اسلاف ،

علمائے کرام، حضور مفتی اعظم ہند کے نقش قدم پر چل کر کلمۃ الحق بلند کرنے کی، اور مدنی خاندان آر ایس ایس کی گود میں بیٹھ کر جو منافقانہ چال چل رہا ہے، ان کو منھ توڑ جواب دینے کی ضرورت ہے۔

افسوس حضور مفتی اعظم کے ان کارناموں کو جو شدھی تحریک کے انسداد کے لیے کیا گیا، ان کے تذکرہ نگاروں نے بہت ہلکا لیا اور ان کو نمایاں کرنے کی بجائے محض ان کی کرامتوں اور دُعا تعویذ کے کرشموں کو بیان کر کے مطمئن ہو گئے کہ ہم نے مفتی اعظم ہند کے حالات پر بہت کام کر دیا۔ میں علمائے کرام اور مفکرین اسلام کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ شدھی تحریک اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم سے حضور مفتی اعظم ہند کی تحریک و تبلیغ پر گہرائی سے مطالعہ کریں اور اس پر لکھیں۔ مغلیہ دور کے بعد اسلام کے خلاف سب سے بڑے اُٹھنے والے فتنے کا سد باب ہمارے علمائے کرام نے کس طرح کیا، آج ہم کس طرح آنے والے فتنوں کا سد باب کر سکتے ہیں۔

شدھی تحریک کی ابتدا:

بیسویں صدی میں بہت تیزی سے ہندو- مسلمان اور عیسائی ہو رہے تھے، اس کو دیکھ کر ہندوؤں کے مشہور ''مہنت سوامی وویکا نند سرسوتی'' کو تشویش لاحق ہوئی، اس نے اپنے بہت ہی معتبر اور متحرک چیلا ''سوامی شردھا نند'' کو لے کر ۱۹۲۰ء سے تبدیلی مذہب کو نہ صرف روکنے کی کوشش کی، بلکہ شدھی تحریک شروع کی۔ جب کام آگے بڑھا تو باضابطہ ۱۹۲۳ء میں ایک تنظیم بنائی جس کا نام ''بھارتیہ ہندو مہا سبھا''(Indian Hindu Purification Council) رکھا، جس کا خاص مقصد مسلمانوں کو شدھ (پاک) کرنا، ہندو بنانا تھا (مکر و فریب کے لیے) چھوا چھوت کو ختم کرنا اور ہندوؤں میں خود اعتمادی پیدا کرنا ویدک دھرم پر قائم رکھنا تھا۔ شدھی تحریک کے سرپرست بڑے بڑے راجا مہاراجا، سیٹھ ساہوکار رہے اور پورے دل، بل، دھن کے ساتھ اس تنظیم کی مدد کرتے رہے، جس کی وجہ سے پورے حوصلہ کے ساتھ، سادھو سنت اور برہم چاری و

پنڈتوں کی جماعت بنا کر گاؤں گاؤں خاص طور سے جہاں ہندو جلد مسلمان ہوئے تھے اور ہندو رسم و رواج (کے مطابق) شادی بیاہ، نیوتا، رشتہ داری تھی، وہاں جا کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بیان دیتے اور سمجھاتے کہ تم اور تمہارے باپ دادا ہندو تھے جو مسلمان ہو گئے، ان کی تبلیغ سے متاثر ہو کر جاہل اور کمزور دل مسلمان ہندو اور مرتد ہو جاتے، غریب مسلمانوں کو روپیہ پیسہ کی لالچ دیتے اور جہاں مسلمانوں کی آبادی کم ہوتی، انھیں ڈرا دھمکا کر مرتد بناتے، جس کی وجہ سے مسلمان مرتد ہو جاتے سر پر چوٹیاں رکھنے لگتے۔ شدھی تحریک اس قدر تیزی سے پھیلی کہ کئی ضلعوں میں مسلمان مرتد ہو گئے۔ خاص طور سے یہ فتنہ آگرہ، میرٹھ، علی گڑھ، فیروز آباد، متھرا، بہرائچ وغیرہ میں پھیل گیا۔ شردھانند نے پورے حوصلے کے ساتھ اس فتنہ کو آگے بڑھایا کہ تقریباً ساڑھے چار لاکھ مسلمان مرتد ہو گئے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے کی تیاری چل رہی تھی، حضور مفتی اعظم ہند کو اطراف و جوانب سے اس کی روح فرسا خبریں مل رہی تھیں۔ تڑپ پیدا ہوئی، ولولہ حیدری بیدار ہوا اور آپ نے ''دبدبۂ سکندری'' رامپور کے آفس میں جا کر بیان دیا کہ میری اپیل اخبار میں شائع کریں اور علما و مشائخ کو متوجہ کریں۔ دبدبۂ سکندری کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کا ارتداد'' اخبار کی سرخی: جناب مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب قادری فرزند دوم اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ ساتویں جمادی الآخرہ کو دفتر ھٰذا تشریف لائے اور یہ وحشت ناک خبر سنائی کہ ساڑھے چار لاکھ راج پوت مسلمان جو آگرہ، میرٹھ، دہلی کے اضلاع میں رہتے ہیں، اس بات پر تیار ہیں کہ وہ ہندو مذہب پھر سے اختیار کریں گے، یہ خبر معمولی خبر نہیں ہے، مسلمانوں کو اس پر خاص توجہ کی ضرورت ہے، اگرچہ ہمارے مذہب حقہ نے اس بارے میں جو فیصلہ ناطق کر دیا وہ باعث تسکین ہے، لیکن ہم کسی طرح یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ یہ ہمارے ہندو مسلم اتحاد کا ایک نتیجہ ہے، ابھی تو ابتدائے عشق ہے، آگے آگے دیکھیے کیا ہوتا ہے، ہم کو یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ اراکین ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' بریلی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ جلد از جلد ایک وفد مقتدر علمائے

اہل سنّت کا ان اضلاع میں دورہ کر کے تبلیغ احکام الٰہی کی خدمت انجام دے، یہ نہایت نازک خدمت ہے اور اشد ضرورت ہے کہ جب کہ ہندوستان کی تمام انجمنیں اپنے مشاغل چھوڑ کر یک دم اس اہم خدمت کو تیار ہو جائیں اور ساڑھے چار لاکھ مسلمانوں کو ارتداد مذہب سے بچائیں، ورنہ مسلمانوں کو ہندوستان میں منھ دکھانے کا موقع نہ رہے گا اور خدائے تعالیٰ کی بارگاہ میں ذمہ دار مسلمان اس ارتداد کے جواب دہ ہوں گے، ہم ''جماعت رضائے مصطفیٰ'' بریلی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ اس نے فوراً ایک ضروری امر پر توجہ کر کے علمی خدمت شروع کر دی اور ہم سے وعدہ کیا کہ وہ کارروائی وقتاً فوقتاً دبدبۂ سکندری میں شائع کرنے کے لیے بھیجی جائے گی۔

(اخبار دبدبۂ سکندری، ۲۹ رجنوری ۱۹۲۳ء، ص ۳)

چنانچہ ادھر آپ نے دبدبۂ سکندری میں بیان دیا اور کسی کے آنے یا حمایت کے اعلان کا انتظار نہیں کیا، ایک وفد اپنے بل بوتے پر لے کر نکل پڑے اور تبلیغ و ارشاد کا شان دار فریضہ انجام دیا، اس سلسلہ میں منشی وارث علی خان صاحب آگرہ کا بیان ملاحظہ کریں:

''اضلاع آگرہ، متھرا وغیرہ راجپوت علاقہ میں جو سیلاب آرہا ہے، اور جس کی ہندو بڑی زبردست طاقتوں سے تیاریاں کررہے ہیں۔ مسلمان اس سے اب تک بالکل غافل تھے۔ کئی روز سے جماعت رضائے مصطفیٰ کا ایک وفد بہ صدارت حضرت فاضل جلیل مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب قبلہ مدظلہ العالی فرزند ارجمند اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد مأۃ حاضرہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ضلع میرٹھ اور بلند شہر میں دورہ کرتا ہوا آگرہ پہنچا۔ اس دفد میں بریلی اور مراد آباد وغیرہ کے مشہور علما شامل ہیں، کل ۱۰ ارصاحب ہیں۔ یکم رفروری ۱۹۲۳ء پنج شنبہ کو یہ وفد موضع سلطان پورہ میں پہنچا، جو شہر آگرہ سے متصل ہے اور صاحبان راجپوت آباد ہیں۔ ان صاحبوں کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ نہایت صاحب سلیقہ اور دردمند اسلام معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے رنگی برادری کے ایسے لوگوں کا پتہ چلا جو ضلع آگرہ و متھرا میں بکثرت آباد ہیں، جن کی حالت بہت زیادہ قابلِ توجہ و لائق اصلاح ہے، آریہ ان کو اسلام سے منحرف کر کے اپنی طرف بلانے کی کوشش کررہے ہیں۔

ایک واقف کار شخص کو وفد کی معیت میں بھیجنے کا وعدہ بھی کیا ہے اور وہ ایسے راجپوتوں کے گاؤں کی فہرست بھی تیار کر رہے ہیں۔''

حضور مفتی اعظم ہند ۱۰؍علما کی جماعت کو لے کر نکل پڑے، جس میں مولانا نعیم الدین مرادآبادی، حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب، شیر بیشۂ اہل سنّت مولانا حشمت علی خان صاحب، مولانا قطب الدین برہمچاری وغیرہ تھے اور چوں کہ آگرہ اور اطراف میں فتنہ زوروں پر تھا، اس لیے آگرہ کو مرکز بنایا اور وہیں سے جماعت بنا کر اطراف وجوانب روانہ کیا اور خود بھی ایک جماعت لے کر پا پیادہ نکل پڑے، ناز ونعم کے پالے شہزادے جو شہر میں بھی کبھی پیدل کسی کے یہاں نہیں گئے، ڈولی یا بگی لائی جاتی تو شان وشوکت سے جاتے اور یہاں جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گرم اور سرد ہواؤں کے تھپیڑے سدراہ نہیں بن سکے، نرم ونازک پاؤں کے چھالے عزم و حوصلہ کو پست نہیں کر سکے، الحمدللہ! تبلیغ کا اثر بہت اچھا ہوا اور مرتد سے مسلمان ہو گئے۔ اطراف و جوانب میں جماعت رضائے مصطفیٰ اور حضور مفتی اعظم ہند کی رہنمائی، خلوص وجذبہ کا شہرہ ہوا، جس سے خاندان شیراونی بہت متاثر ہوا، اور انھوں نے جماعت رضائے مصطفیٰ کی تعریف کی اور ان کے کارناموں کو سراہا اور دوسرے نوابوں کو اس طرف متوجہ کیا، ان کا ایک بیان ملاحظہ کریں:

'' جناب مولانا مصطفیٰ رضا خان صاحب انتہائی قابل اظہار ہیں کہ آپ گھر بار چھوڑے ہوئے مسلم راجپوت بھائیوں کی اصلاح کی خاطر آگرہ میں برابر جمع ہوئے ہیں۔''

(اخبار دبدبۂ سکندری، ۱۰؍دسمبر ۱۹۲۳ء)

تقریباً ۱۱؍ماہ تک علاقہ کا دورہ کرتے رہے، پھر بریلی شریف گئے، جس کا اثر رئیسوں اور نوابوں پر اچھا پڑا اور انھوں نے اپنے پورے دل بل کے ساتھ تعاون کیا اور تحریک جماعت میں جان آئی ؎

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

اِس جد و جہد کا اثر یہ ہوا کہ تحریک جماعت رضائے مصطفیٰ میں علما و مشائخ بھی شامل ہوتے گئے، چنانچہ حضور سید علی حسین اشرفی ۱۴؍جون ۱۹۲۳ء کو شامل ہوئے اور تحریک کی مکمل حمایت کا علان فرمایا اور مرکز میں تشریف لائے اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے کام کو ترقی دی اور فتنے کے انسداد میں معاونت فرمائی۔

اسی طرح دوسرے مشائخ مثلاً حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب قبلہ صابری سجادہ نشین کلیر شریف، حضرت مولانا مولوی محمد ضیاء الاسلام صاحب امام جامع مسجد آگرہ، حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب صدیقی، مولوی غلام بیگ صاحب نیرنگ، مولانا ابوالنصر حکیم محمد یعقوب علی خان صاحب، حضرت پیر محمد غوث صاحب قبلہ صابری فاروقی، مولانا شاہ نجم الدین صاحب فریدی فاروقی کپورتھلہ، حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی صاحب گاہ بگاہ شرکت فرماتے رہے، مولانا عبد الحلیم صاحب صدیقی بھی گاہ بگاہ وفود اسلام کی اعانت فرماتے رہے، مولانا بدر الاسلام صاحب و مولانا انعام اللہ صاحب و مولانا عبد اللہ صاحب فاضل سنسکرت مذکورہ بالا علمائے کرام کے علاوہ ہزارہا مبلغ و مدرس بھی تھے، جن کو کسی مخصوص جگہ پر متعین کیا گیا، جو مستقل رہ کر تبلیغ کریں اور مدارس میں درس دیں۔

غرض کہ حضور مفتی اعظم ہند جہاں جہاں فتنہ شدھی تحریک نے اپنا قدم جما لیا تھا، وہاں وفود بھیجے اور بعض جگہ خود بھی گئے اور وہاں تبلیغ اور غسل کرایا، چوٹیاں کٹوائیں، کلمہ پڑھایا اور وہاں مدرسہ بنوایا اور معلم مقرر کیا، مسجد بنوائی اور امام مقرر کیا، کئی پنڈتوں کو مباحثہ کرنے اور نہ ماننے پر مباہلہ کی دعوت دی مگر نہ تو مباحثہ کے لیے تیار ہوئے نہ مباہلہ کیا، اور اسے دیکھ کر مرتد پھر سے مسلمان ہوئے یا مسلمان مرتد ہونے سے باز آ گئے۔

ایک جگہ پتہ چلا کہ پنڈت سنت سادھو جمع ہیں، بھاشن ہو رہا ہے، مسلمان مرتد ہونے کے لیے تیار ہیں، پوڑیاں چھن رہی ہیں، ہون جل رہا ہے، جشن کا ماحول ہے، یہ سن کر حضور مفتی اعظم ہند وفد کے ساتھ تشریف لے گئے، ان پنڈتوں کو پہلے مباحثہ کے لیے کہا، مگر وہ مباحثہ کے

لیے تیار نہیں ہوئے، حضور مفتی اعظم ہند کو جلال آ گیا اور اسٹیج پر کھڑے ہو گئے اور اس پنڈت کا ہاتھ پکڑ لیا، چل یہ ہون تم نے جلایا ہے، چل ہم دونوں اس میں بیٹھتے ہیں، جو جل گیا اس کا دین غلط اور جو بچ گیا اس کا دین حق، مگر وہ بہت موٹا تھا، ٹس سے مس نہیں ہوا، یہ دیکھ کر مسلمانوں میں سے ایک چودھری نے کہا کہ مولوی صاحب اب ہم سمجھ گئے کہ آپ حق پر ہیں اور آپ کا دین سچا ہے، ہم مسلمان ہی رہیں گے، ہندوؤں کو منھ کی کھانی پڑی، وہ وہاں سے بھاگ گئے۔ اسی طرح سے شردھانند سے ایک جگہ مڈبھیڑ ہو گئی، حضور مفتی اعظم ہند، گوبردھن متھرا کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ: شردھانند بڑی شان وشوکت سے آئے اور ان کے ساتھ مسلح ہندو بھی تھے، مولانا حشمت علی خان صاحب گوبردھن میں موجود تھے۔ مولانا نے سوامی کو مناظرہ کا چیلنج دیا، جس کا سوامی نے انکار کیا، اس پر مولانا کے ایمانی جوش کی یہ حالت ہوئی کہ انھوں نے ایک خط کی معرفت پیغام بھی بھیجا کہ ایک گڑھا کھودو، جس میں آگ جلائی جائے، ہم اور آپ ہاتھ میں ہاتھ لے کر اس میں کود پڑیں تو دنیا حق و باطل، صادق و کاذب کا فرق دیکھ لے گی، ان شاء اللہ حق ظاہر ہو جائے گا، سوامی صاحب نے اس سے بھی انکار کیا، لیکن موضع کے راجپوتوں نے اس سے بہت بڑا اثر لیا، حتیٰ کہ ایک تھوک جس کا نام بھیلا ہے وہ بفضلہٖ آریوں کے اثر سے بالکل محفوظ رہا۔

(دبدبہ سکندری، ۳۰ر اپریل ۱۹۲۳ء)

حضور مفتی اعظم ہند کے ایثار و قربانی کا اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں، علاقوں میں مسلسل دورہ کی وجہ سے سکون وچین نہیں ملا اور سخت علیل ہو گئے، لوگوں نے مشورہ دیا کہ بریلی شریف جا کر آرام فرمائیں، مگر حضرت نے فرمایا کہ دل کو چین وسکون اسی میں ہے کہ تبلیغ ہوتی رہے، لہٰذا جب زیادہ طبیعت خراب ہوئی تو بریلی شریف نہ جا کر آگرہ آ کر آرام فرمایا اور وہیں سے پورے وفد کی کمان سنبھالی، اس علالت میں بھی تبلیغ وارشاد کے وفود کی ایسی قیادت فرماتے رہے کہ جنگ قادسیہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ جنگ قادسیہ کے سپہ سالار حضرت سعد بن وقاص، بیمار ہو گئے، چلنے پھر نے سے معذور ہو گئے اور اپنے خیمے میں رہ کر پوری جنگ کی ایسی کمان سنبھالی کہ ایران فتح ہو گیا،

جو تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے، اِس طرح سے حضور مفتی اعظم ہند کی سر براہی میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے پلیٹ فارم سے ایسی تحریک چلی کہ شدھی تحریک نے دم توڑ دیا اور شردھانند کا ۱۹۲۸ء میں قتل ہو گیا۔ تحریک کی رپورٹ دبدبۂ سکندری رام پور، حیاتِ مفتی اعظم ہند (مصنف: مرزا عبد الواحد بیگ)، حضور مفتی اعظم ہند کی سر براہی میں انسداد شدھی اور جماعت رضائے مصطفیٰ (از شہاب الدین رضوی) میں مکمل ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

اب ایک نظر ان مقامات پر ڈالیں جن علاقوں میں شدھی تحریک نے اپنے قدم جمانے شروع کر دیے تھے:

(۱) بھرت پور: اکرن (دبدبۂ سکندری ۱۶ر فروری ۱۹۲۳ء، ص ۴)

(۲) بندرابن

(۳) ہاتھرس اور اس سے ملحقہ ۱۲ر مواضعات (دبدبۂ سکندری، ۲۱ر فروری ۱۹۲۳ء، ص ۶) بسئی، ساندھن، فتح پورہ، قبول پورہ، ترسینی، اللہ پور، کلو کا نگلہ، نگلہ سبحان، گڑھی رستم خان، پرسارا، گڑھیا، بکائین۔

(۴) ایٹہ: موضع نگلہ امر سنگھ، لو یاری، رجور، نگلہ، نرورلی، پچھمی پور، امان پور، اکبر پور۔

(۵) بہرائچ

(۶) ضلع گوڑ گانواں: سجوڑی، چانڈت، رحیم پور، دحسا پور، وگھا گھات۔

(۷) اٹاوہ: جسونت نگر، مین پوری۔

(۸) ریاست اودھے پور: میواڑ۔

(۹) ریاست بڑودہ: گجرات۔

(۱۰) علاقہ کوہ ڈھوٹری:

(۱۱) بنارس: آرہ۔

(۱۲) کانگڑہ: نور پور، دینا نگر۔

(۱۳)فیروز پور: فرید کوٹ (پنجاب)

(۱۴)ضلع چھپرہ: سیوان،

(۱۵)جے پور

بڑی ناشکری ہوگی، اگر ان انجمنوں کا نام نہ لیا جائے، جو حضور مفتی اعظم ہند کی قیادت میں جماعت رضائے مصطفیٰ کے شانہ بشانہ حمایت اور مددگار رہی ہیں:

(۱)انجمن محافظین اسلام، مرادآباد

(۲)انجمن نعمانیہ ہند، لاہور

(۳)انجمن معین الاسلام، فیروز پور

(۴)انجمن تعلیم القرآن، نوشیرہ

(۵)وفد دارالعلوم منظر اسلام، آگرہ

(۶)انجمن حفاظت اسلام، آگرہ

(۷)انجمن رضائے مصطفیٰ، بیسل پور، پیلی بھیت

(۸)حلقہ اشاعت الحق، لکھنؤ

(۹)جماعت مخلصین راجپوت، سلطان پورہ، آگرہ

(۱۰)وفد شیروانی

(۱۱)انجمن خدام الصوفیہ، علی پور شریف

ان بہادر اور مخیر مسلم راجپوتوں کا ذکر ضروری ہے جنھوں نے شدھی تحریک کے انسداد میں جان و مال سے مدد فرمائی۔

(۱)حاجی ولی اللہ خان صاحب سوداگر، رکاب گنج آگرہ

(۲)منشی وارث علی خان صاحب ٹھیکیدار، رکاب گنج آگرہ

(۳)جناب محمد شباب خان صاحب (محمد شباب خان صاحب اس دور میں آنریری مجسٹریٹ تھے اور علاقہ کے مسلم راجپوتوں میں رئیس اعظم کہلاتے تھے۔)

(۴)رمضان خان صاحب

(۵)عبدالمجید خان صاحب

(۶)بابو عنایت خان صاحب

(۷)ماسٹر عبدالغفور خان

(۸) عبدالحمید خان صاحب سرکردہ، معزز راجپوت ساکن موضع کھڑوائی آگرہ

(۹) مرزا محبوب علی بیگ، موضع کھڑوائی آگرہ

(۱۰) نواب علی خان صاحب، موضع کھڑوائی آگرہ

(۱۱) محمد خان صاحب، رئیس سلطان پورہ علاقہ راجپوتانہ

(۱۲) چودھری نذیر احمد خان صاحب جے پوری

(۱۳) فیض بخش خان، نوگانواں

(۱۴) قدرت علی خان صاحب

(۱۵) عالم علی خان صاحب

(۱۶) نجیب خان صاحب

(۱۷) سردار خان صاحب

(۱۸) مولا دادا خان صاحب

(۱۹) بھولے خان صاحب

(۲۰) مرلی خان صاحب، ساکنان موضع بڑولی ضلع متھرا

(۲۱) منشی خان صاحب

(۲۲) منشی خان صاحب زمین

(۲۳) حسین خان سوداگر، آگرہ

(۲۴) روایت خان، موضع مقصود پور

(۲۵) گلاب خان صاحب، موضع اوندی

(۲۶) نورنگ خان صاحب

(۲۷) رستم خان صاحب

(۲۸) مراد خان صاحب

(۲۹) ہیرا خان صاحب، ساکنان نوگانواں

(۳۰) عنایت خان صاحب

(۳۱) شان محمد خان صاحب

(۳۲) رمضان خان صاحب، جماعت رضائے مصطفیٰ کے سرگرم ممد و معاون اراکین تھے

(۳۳) محمد امین خان صاحب نمبردار، موضع ترسین

(۳۴) سید احمد خان صاحب، ترسین

(۳۵) جمع دار خان صاحب

(۳۶) یٰسین خان صاحب

(۳۷) ناظر خان صاحب

(۳۸) یدم خان صاحب

(۳۹) منگل خان صاحب، ساکن موضع رستم گڑھی

(۴۰) محمد اسماعیل صاحب، موضع ڈھروان

(۴۱) امیر حسن خان صاحب، موضع مانا نگلہ

(۴۲) جناب ولایت حسین خان صاحب، آگرہ

(۴۳) خاندان شیروانی وغیرہ

معاصر رسائل واخبارات میں رپورٹ ملاحظہ کر سکتے ہیں، اس سلسلے میں دبدبۂ سکندری نے نمایاں خدمات انجام دی، اس کی علاوہ علی گڑھ گزٹ، مشرق گورکھپور، رسالہ اشرفی کچھوچھہ مقدسہ، مجدد لاہور، روزانہ اخبار بریلی، الفقیہ امرتسر، ملت میرٹھ، منصور بجنور کے بھی مشکور ہیں کہ جماعت رضائے مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی حمایت میں مضامین شائع کرتے رہے۔

☆☆☆

حضور احسن العلماء مارہروی! شمع شریعت ومعرفت

غلام مصطفیٰ رضوی
نوری مشن مالیگاؤں
9325028586

خانقاہِ برکاتیہ مارہرہ شریف عظیم وقدیم روحانی مرکز ہے۔ جہاں سے وسیع پیمانے پر سلسلۂ قادریہ کی اشاعت ہوئی۔ 'برکاتی گلشن' سے قادریت کی برکتیں جہاں بھر میں عام ہوئیں۔ ہند کی روحانی وعلمی تاریخ میں مارہرہ شریف کا نام وکام بہت نمایاں و درخشاں ہے۔ اسی خانقاہِ برکاتیہ کے عظیم بزرگ حضور احسن العلماء مفتی سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کی تاباں حیات اور روشن خدمات سے بزمِ اہل سنت پُرنور ہے۔

حضور احسن العلماء کی ولادت ۱۰/شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ مطابق ۱۳/فروری ۱۹۲۷ء کو مارہرہ شریف میں ہوئی۔ بوقتِ ولادت ہی ولایت کے آثار نمایاں تھے۔ جس کا تذکرہ حضرت سید محمد اشرف میاں نے اپنی کتاب ''یادِحسن'' میں کیا ہے۔

قرآن پاک والدہ ماجدہ نے شروع کرایا۔ حافظ سلیم الدین قریشی اور حافظ عبدالرحمٰن عرف حافظ کلوصاحب سے حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ گیارہ سال کی عمر میں حفظِ قرآن کی تکمیل کی۔ شرفِ ملت حضرت اشرف میاں فرماتے ہیں:

> ''حضور احسن العلماء صرف رمضان میں نہیں بلکہ پورے برس قرآن عظیم کی تلاوت فرماتے تھے۔ تلاوت کرتے وقت قرآن عظیم سامنے ہوتا تھا لیکن وہ روانی کے ساتھ پڑھتے چلے جاتے تھے اور بعد میں کئی کئی صفحہ ایک ساتھ پلٹ دیتے

تھے۔رمضان شریف کے ایام میں وہ دیگر حفاظ کا قرآن مجید بھی سنتے تھے۔‘‘

(یادحسن،مطبوعہ مارہرہ مطہرہ،ص ۳۲)

حضور احسن العلماء نے علوم دینیہ کی تکمیل ان اساتذۂ کرام سے کی: حضور تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں مارہروی، حضور شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی میرٹھی، مفتی خلیل احمد خان برکاتی، مولانا حشمت علی خان پیلی بھیتی۔ اردو کے استاد منشی سعید الدین تھے اور انگریزی کے کچھ اسباق استاد ماسٹر سمیع الدین سے پڑھے۔ بعض کوائف کے ضمن میں امین ملت حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں تحریر فرماتے ہیں:

’’۵۴؍ برس اسلام وسنیت کی خدمت کی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا پرچم بلند کیا۔ اس مبارک بچے کا نام ’’مصطفیٰ حیدر‘‘ رکھا گیا اور عرفیت ’’حسن میاں‘‘ قرار پائی۔ دادا حضرت سید حسین حیدر کو بچے کی ولادت کی اطلاع دی گئی تو وہ سجدۂ شکر بجا لائے۔ نانا حضرت سید ابوالقاسم اسماعیل حسن نے خداوند کریم کا شکرانہ ادا کیا۔ اس ولی کامل کی دور رس نگاہوں نے دیکھ لیا تھا کہ مسند غوثیہ برکاتیہ کا وارث پیدا ہو چکا ہے۔ نانا حضرت نے اپنے چہیتے نواسے کو ۱۴؍ماہ کی عمر میں بیعت کیا اور جملہ سلاسل قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کی اجازت وخلافت سے سرفراز فرما کر جملہ اعمال واَوراد واشغال واذکار اور مصافحہ جات وغیرہ کی اجازت عطا فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ: یہ میرا سجادہ نشین ہے۔‘‘

(ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، احسن العلماء نمبر، نومبر دسمبر ۲۰۱۹ء، ص ۷)

۱۹۴۴ء کے عرس قاسمی میں حضور احسن العلماء کو حضور تاج العلماء نے خرقہ سجادگی پہنایا۔ اپنے ہمراہ حویلی سجادگی سے درگاہ مقدسہ لے گئے۔ وہاں جانشینی کا اعلان فرمایا۔ محضر جانشینی تحریر فرمایا اور تحریری خلافت نامہ بھی عنایت کیا۔ حضور امین ملت لکھتے ہیں:

’’۲۴؍جمادی الآخرہ ۱۳۷۵ھ (۶؍فروری ۱۹۵۶ء) کو حضور تاج العلماء نے

وصال کیا اور چہلم شریف کے دن ۱۷/ مارچ ۱۹۵۶ء کو علما، مشائخ اور احبابِ اہل سنّت کی موجودگی میں حضور احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری، سجادہ نشین مسندِ غوثیہ درگاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ قرار دیے گئے اور تقریباً ۴۰/ برس مسند سجادگی کو زینت بخشی۔'' (نفس مصدر، ص ۸)

مسند برکاتیت کے ذریعہ حضور احسن العلماء نے فروغِ دین وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیا۔ تصلب فی الدین کا درس دیا۔ اہل سنّت کی قیادت کی۔ اسلاف کے خانقاہی نظام کو استوار کیا۔ غیر شرعی راہوں کے خلاف ذہن سازی فرمائی۔ اصلاحِ ظاہر و تزکیۂ باطن کا فریضہ انجام دیا۔ دلوں کی صفائی ستھرائی کی۔ روحانی برکتوں کو تقسیم کیا۔ ایمان کو تازہ اور عقیدہ وعقیدت کو راسخ کیا۔ وہابیہ دیابنہ اور دیگر باطل فرقوں کے شر سے مسلمانوں کو باخبر کیا۔ شریعت پر استقامت کا پیغام دیا۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی وسیع پیمانے پر اشاعت فرمائی۔ حضور امین ملت لکھتے ہیں:

''حقیقت ومعرفت کی شمع بظاہر خاموش ہے مگر ان کا مشن زندہ ہے۔ ان کا مشن ہے ایک نکاتی پروگرام اسلام وسنیت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت، اس ایک جملے میں گویا سمندر کوزے میں بھر دیا ہے۔''

(اہل سنت کی آواز مارہرہ مطہرہ، ص ۲۷۲، اکتوبر ۱۹۹۹ء)

اس تناظر میں صاحبزادۂ احسن العلماء حضرت شرف ملت سید محمد اشرف میاں فرماتے ہیں ۔

قبل از وصال بھی وہ بیٹوں سے کہہ رہے تھے
احمد رضا سے جو تھی اُلفت حسن میاں کی

علامہ ارشد القادری محسوسات کا اظہار اچھوتے پیرایہ میں کرتے ہیں:

''دمِ رُخصت فرمایا: مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹے رہیے۔

آج سوچتا ہوں تو کلیجہ پھٹنے لگتا ہے کہ ان کے ایمان کی حسن کتنی بیدار تھی کہ موت کا فرشتہ ان کے سرہانے کھڑا تھا اور اس عالَم میں بھی انھیں اپنے خاندان کی نہیں صرف مسلک اعلیٰ حضرت کی فکر دامن گیر تھی۔

اعلیٰ حضرت! ناز کرو اپنے مقدر پر کہ تمہارے عشق رسول کے احترام میں خانوادۂ نبوت کا ایک فرزند جلیل تمہاری یاد کو اپنے کفن میں چھپا کر لے گیا۔ ہزاروں رحمتیں نازل ہوں تم پر بھی اور عالَم جاوید کے اس فیروز مند مسافر پر بھی جس کا عشق موت کی ہچکیوں میں بھی زندہ وسلامت رہا۔''

(ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور، سید ین نمبر ۲۰۰۲ء،ص ۸۳ ۷)

حضور احسن العلماء سنتوں کے ایسے عامل تھے کہ وصال سے قبل ایامِ علالت میں بھی سنت وشریعت کا کوئی پہلو فروگزاشت نہ ہوا۔ حضور امین ملت لکھتے ہیں:

''طویل علالت کے دوران ہسپتال میں بھی وہ سنتوں پر عمل پیرا رہے۔ ننگے سر ان کو کھانا پینا گوارا نہ تھا۔ علالت کے دوران بھی بے مثل مہمان نوازی، غریب پروری، حسنِ اخلاق، صبر واستقامت اور دین و مذہب پر عمل کرنے کے بے شمار نمونے پیش کیے۔ اس کی گواہی علامہ ارشد القادری، مفتی اختر رضا خاں ازہری میاں صاحب، مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی، مولانا محمد حسین ابوالحقانی، حافظ شہاب الدین برکاتی، حافظ شریف احمد برکاتی، عبدالعزیز سنی، سید دلشاد حسین برکاتی، محمد حسنین برکاتی، حاجی عبدالحکیم برکاتی، پروفیسر سید علی اشرف، پروفیسر گمبھیر سنگھ وغیرہ دے سکتے ہیں۔''

(ماہ نامہ اعلیٰ حضرت بریلی شریف، احسن العلماء نمبر، نومبر دسمبر ۲۰۱۹ء،ص ۹)

اسلام کے عظیم خانقاہی نظام کی یادیں تازہ کیں جو اسلاف سے متواتر چلا آرہا تھا۔ جہاں شرعی احکام پر عمل کے درس دیے جاتے اور خلافِ شرع امور پر برملا روک لگائی جاتی۔

حضور احسن العلماء کی حیات طیبہ میں اسلام کے پاکیزہ خانقاہی نظام کا عملی اظہار ملتا ہے۔ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے اکابر کی روحانی امانتوں کو حضور احسن العلماء نے کامیابی کے ساتھ آگے بڑھایا۔

شریعت و معرفت کی اس شمع نے اندھیروں میں اُجالے برپا کیے، عشقِ رسول کے اُجالے، تحفظِ شریعت کے اُجالے۔ حقیقت و معرفت کے اُجالے، اس تصوف کے اُجالے جس کی راہ نجات کی منزل پر پہنچاتی ہے۔ آپ سفیر محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تھے۔ مصلح قوم تھے۔ شارح کلامِ رضاؔ تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی کے شعر کی ایسی ایمان افروز تشریح فرماتے کہ ایمان تازہ ہو جاتا۔ عام فہم انداز سے شعر کی معنویت اور محسوسات اُجاگر فرماتے۔ سادگی و متانت کے ساتھ کی گئی تشریحات میں علم و عمل کا پیغام ملتا اور شمع محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بزم دل میں روشن ہو جاتی۔ فنی دقائق بڑے سلجھے انداز میں بیان فرماتے۔ آپ ماہر رضویات تھے۔ جس کا بخوبی اندازہ خطبات کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔

۱۵؍ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ/ ۱۱؍ستمبر ۱۹۹۵ء میں حضور احسن العلماء اِس جہانِ فانی سے رُخصت ہو گئے۔ درگاہِ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں تدفین ہوئی۔ مزار اقدس منبع عرفان اور مصدر برکات ہے۔ جہاں کی حاضری سے روح کو سکون اور ایمان کو تقویت کا احساس ہوتا ہے۔

حضور احسن العلماء کی ذات ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ ان کی خدمات جہانِ اہل سنّت کے ماتھے کا جھومر ہیں۔ ان کے نقوشِ قدم راہِ نجات ہیں۔ ان کی تعلیمات باعثِ خیر و برکت۔ ان سے نسبت و تعلق باعث فخر و سعادت اور ان کا فیض ہمہ وقت معین و معاون ؎

ترے غلاموں کا نقش قدم ہے راہِ خدا
وہ کیا بہک سکے جو یہ سراغ لے کے چلے

☆☆☆

رضا اکیڈمی ممبئی کی خدمات ۲۰۲۵۔۲۶ء

رضا اکیڈمی ممبئی استقامت وانہاک کے ساتھ فروغ دین وسنیت کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔ سربراہ رضا اکیڈمی الحاج محمد سعید نوری بڑے متحرک و فعال ہیں۔ ان کا دماغ ہمہ وقت اشاعت دین و سنیت کے لیے نئی نئی راہیں تلاش کرتے رہتا ہے۔ اس رپورٹ میں رضا اکیڈمی کی ایک سالہ سرگرمیوں کا مختصراً احاطہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ رضا اکیڈمی کو مسلکِ اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لیے مزید عزم وحوصلہ اور استحکام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (ادارہ)

اگست ۲۰۲۵ء

۲/اگست ۲۰۲۵ء: بھیونڈی میں ۱۵۰۰/سالہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حوالے سے پہلی اہم میٹنگ کا انعقاد۔

۲۷/اگست ۲۰۲۵ء: اسلام جم خانہ میں منعقد جشن میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پروگرام سے ڈاکٹر انور احمد خان بغدادی کا اظہارِ خیال، انسانیت کی تعمیر وترقی سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے میں ہے۔

۱۵۰۰/سالہ جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مناسبت سے ایک عظیم الشان پروگرام کا انعقاد بروز اتوار بعد نماز مغرب اسلام جم خانہ ممبئی میں ہوا، جس کا موضوع تعلیمات اسلام، سیرتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھا، پروگرام کی سرپرستی سید معین الدین اشرفی الجیلانی صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء ممبئی اور صدارت ڈاکٹر انوار احمد خان استاد اسلامک اکیڈمی بلغاریہ روس نے فرمائی، اس پروگرام کی قیادت الحاج محمد سعید نوری صدر رضا اکیڈمی وہ نائب صدر سنی جمعیۃ العلماء نے فرمائی۔

۲۷/اگست ۲۰۲۵ء: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ۱۵۰۰/ویں یوم ولادت کی مناسبت سے برج خلیفہ کو روشن کرنے کی درخواست کا مکتوب رضا اکیڈمی کی جانب سے متحدہ عرب امارات کے حکمراں کو روانہ۔

ستمبر ۲۰۲۵ء

۲۰/ستمبر ۲۰۲۵ء: ''آئی لو محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' لکھنے پر یو پی پولیس کی کارروائی کے خلاف ممبئ میں رضا اکیڈمی کا سخت احتجاج، تمام گرفتار شدگان کی بلا شرط رہائی کا مطالبہ۔

۲۳/ستمبر ۲۰۲۵ء: پنجاب کے سیلاب متاثرین کی مدد کے لیے رضا اکیڈمی ممبئ کا بڑا ریلیف آپریشن۔ الحاج محمد سعید نوری کی قیادت میں ۱۰۰/ٹریکٹر میں ڈیزل اور جانوروں کے لیے چارے کی فراہمی کی گئی۔

۲۵/ستمبر ۲۰۲۵ء: ''آئی لو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' سے منسلک تمام مقدمات واپس لینے کے احکامات صادر کیے جائیں، رضا اکیڈمی کی صدر جمہوریہ سے درخواست نیز پولیس اہل کاروں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ۔

۲۷/ستمبر ۲۰۲۵ء: رضا اکیڈمی نے ''آئی لو محمد صلی اللہ علیہ وسلم'' کیس میں گرفتاریوں کے خلاف ہائی کورٹ سے رجوع کیا، پی ائی ایل داخل کی، ایف آئی آر کی منسوخی کا مطالبہ کیا، عوام سے امن و سکون برقرار رکھنے کی اپیل کی۔

۲۸/ستمبر ۲۰۲۵ء: رضا اکیڈمی کی دہلی میں ناموس رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایک اہم میٹنگ۔

۲۹/ستمبر ۲۰۲۵ء: ''آئی لو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' معاملے میں اُتر پردیش پولیس کی کارروائی کی سخت مذمت، مدن پورہ میں سنی جمعیۃ العلماء کے دفتر میں علما اور اہم ذمہ داران کی میٹنگ، یو پی کے وزیر اعلیٰ کی دھمکی اور مسلمانوں کو سبق سکھانے کو شرمناک قرار دیا، گرفتار شدگان کو قانونی

مدد فراہم کرنے کا فیصلہ۔

اکتوبر ۲۰۲۵ء

۵/ اکتوبر ۲۰۲۵ء: امن وآشتی کے لیے دنیا کو غوث اعظم کی تعلیمات اپنانے کی ضرورت، سابقہ روایت کے مطابق جلوس غوثیہ مدن پورہ سے نکالا گیا۔ ''آئی لو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم'' کے معاملے میں گرفتار شدگان کی رہائی کا مطالبہ، راستے پر شرکا نے جلوس کا شان دار استقبال کیا۔

نومبر ۲۰۲۵ء

۳/ نومبر ۲۰۲۵ء: شیخ سید خالد عبد القادر منصور الدین الجیلانی کا شان دار استقبال، اسلام جم خانہ میں بغداد مقدس کے صاحب سجادہ کے اعزاز میں رضا اکیڈمی کا پروگرام۔

شیخ سید خالد عبد القادر منصور الدین الجیلانی نے جمعہ میں مینارہ مسجد اور سنی مسجد بلال میں بھی خطاب کیا، اتباع سنت سے اپنی زندگیوں کو آراستہ کرنے کی تلقین کی۔

۱۰/ نومبر ۲۰۲۵ء: سنی مسجد بلال میں وقف املاک کے رجسٹریشن کے لیے ایک اہم اجلاس، کاغذات اپلوڈ نگ اور رجسٹریشن مکمل کرنا صرف ایک قانونی ذمہ داری نہیں بلکہ دینی فریضہ ہے: سید معین الدین اشرف معین میاں

اس موقع پر الحاج محمد سعید نوری نے کہا کہ: متولیان اور ٹرسٹیان کو تاکید کی جائے کہ رجسٹریشن کا عمل فوراً شروع کریں۔ وقف کے قوانین پر عمل قانونی اطاعت اور وقف جائداد کا تحفظ ہے۔

۲۳/ نومبر ۲۰۲۵ء: شہرت یافتہ نعت خواں محبوب بارگاہِ غوث پاک حضرت مولانا احمد رضا عرف نوری میاں کو ۲۳/ نومبر ۲۰۲۵ء کو ۵۱/ واں سالانہ عرس حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کے بابرکت موقع پر ہزاروں علما و مشائخ کی جھرمٹ میں از ہر ہند جامعہ اشرفیہ مبارک پور یوپی میں دستار فضیلت سے نوازے جانے پر کچھوچھہ مقدسہ میں ایک مختصر مگر جامع تقریب کا اہتمام کیا گیا، اس

موقع پر شہزادۂ شہید راہِ مدینہ حضرت مولانا سید معین الدین اشرف اشرفی الجیلانی سجادہ نشین آستانۂ عالیہ مخدوم پاک نے اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آج ہمارے اور رضا اکیڈمی کے سربراہ الحاج محمد سعید نوری کے لیے بڑی خوشی کا موقع ہے کہ محسن قوم وملت حضرت الحاج محمد سعید نوری صاحب کے صاحب زادے جناب مولانا احمد رضا عرف نوری میاں کو دستار فضیلت کی سند میسر ہوئی۔

دسمبر ۲۰۲۵ء

۶/دسمبر ۲۰۲۵ء: بابری مسجد کی شہادت کی ۳۳/ویں برسی پر حسب روایت اذان کا اعلان، رضا اکیڈمی نے کہا کہ: مسجد کی جگہ مندر بن گیا تب بھی مسجد کی شرعی حیثیت تا قیامت باقی رہے گی، ہم اسی حیثیت کا اعتراف کرتے ہوئے نئی نسل تک یہ پیغام پہنچائیں گے۔ ۶/دسمبر کو ممبئی کی سڑکیں اذان سے گونج اُٹھی، رضا اکیڈمی کی اپیل پر مختلف جگہوں پر اذان دی گئی اور بابری مسجد کی شہادت کو یاد کیا گیا۔

۱۴/دسمبر ۲۰۲۵ء: غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چادر شریف حضرت مخدوم علی مہائمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں پیش، اراکین رضا اکیڈمی اور علما وعقیدت مندوں کی شرکت۔

۱۸/دسمبر ۲۰۲۵ء: مسلم خاتون ڈاکٹر کے نقاب کو کھینچنا مذہبی آزادی پر حملہ ہے: الحاج محمد سعید نوری

۲۷/دسمبر ۲۰۲۵ء: ممبئی میں ۱۱/رواں جلوس غریب نواز بڑی شان وشوکت سے نکالا گیا، جلوس غریب نواز کے ذریعے فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور خواجہ کا پیغام امن عام کرنے کی کوشش،

۲۹/دسمبر ۲۰۲۵ء: بنگلہ دیش میں اقلیتوں پر ہورہے مظالم قابل مذمت: رضا اکیڈمی... بنگلہ دیشی حکومت خاطیوں پر سخت کارروائی کرے، متاثرین کے اہل خانہ کو ہرجانہ دیا جائے۔

۲۸/دسمبر ۲۰۲۵ء: بنگلہ دیش کے انسانی المیہ پر شدید مذمت اور اظہارِ تشویش۔

فروری ۲۰۲۶ء

۱۳؍فروری ۲۰۲۶ء: ویلنٹائن ڈے منانا اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے: الحاج محمد سعید نوری

۱۴؍فروری ۲۰۲۶ء: وندے ماترم پڑھنے کو لازمی قرار دینا غیر آئینی اور غیر قانونی: رضا اکیڈمی

وندے ماترم کو لازمی قرار دینے کے خلاف کورٹ سے رجوع کا فیصلہ۔ سنی جمعیۃ العلماء کے دفتر میں ہونے والی میٹنگ میں اعلان کیا گیا کہ مذکورہ اقدام آئین کے خلاف ہے، اس لیے ہم اس کی قانونی طور پر مخالفت کر رہے ہیں۔

مارچ ۲۰۲۶ء

۷؍مارچ ۲۰۲۶ء: ۲۳؍واں سالانہ عرس شہید راہِ مدینہ بہ حسن وخوبی اختتام پذیر۔

۸؍مارچ ۲۰۲۶ء: مسلمانانِ ممبئی کا اصحابِ بدر رضی اللہ عنہم کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت۔ ہانڈی والی مسجد میں ۱۷؍رمضان المبارک کے موقع پر اصحابِ بدر کی یاد میں ایک روحانی و ایمان افروز پروگرام۔

۱۱؍مارچ ۲۰۲۶ء: ۱۳؍مارچ جمعہ کو ''یوم قدس'' منانے کا اعلان۔ ہانڈی والی مسجد میں روحانی و فکری نشست کا اعلان۔

۱۱؍مارچ ۲۰۲۶ء: ریاض میں قائد ملت شہزادۂ حضور تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری کو حراست میں لیے جانے پر رضا اکیڈمی کا احتجاج۔ سعودی سفیر کو دہلی میں خط لکھ کر فوری رہائی کا مطالبہ کیا گیا۔ حضرت عسجد میاں صاحب قبلہ کو جلد از جلد رہا کیا جائے: الحاج محمد سعید نوری

۱۴؍مارچ ۲۰۲۶ء: ''یوم قدس'' پر ہانڈی والی مسجد میں خصوصی دُعا کا اہتمام۔ مسجد اقصیٰ کے ساتھ مسلمانوں کی محبت ایمانی تقاضا ہے: الحاج محمد سعید نوری

مسجد اقصیٰ کی آزادی اور فلسطین کی مظلوم عوام کے ساتھ اظہارِ یکجہتی کے لیے اجتماع۔

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کا قبلۂ اول اور تاریخ اسلام کی ایک عظیم علامت ہے: الحاج محمد سعید نوری

۱۹/ مارچ ۲۰۲۶ء: رضا اکیڈمی کے وفد کا نہرو سائنس سینٹر کا دورہ۔ عید الفطر کے پیش نظر چاند کی رویت کے سائنسی پہلوؤں اور فلکیاتی نظام پر تبادلۂ خیال۔

۲۶/ مارچ ۲۰۲۶ء: وندے ماترم پڑھنا لازمی نہیں، سپریم کورٹ نے وزارت داخلہ کے سرکلر کے خلاف دائر عرضی برخاست کرتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی تعزیری معاملہ آتا ہے تو ہمارے پاس آیئے۔ عرضی گزار الحاج محمد سعید نوری نے کہا کہ: کورٹ نے کچھ راحت دی ہے اور دروازہ کھلا رکھا ہے۔

۲۷/ مارچ ۲۰۲۶ء: وندے ماترم لازمی نہیں، سپریم کورٹ کی وضاحت۔ علمائے اہل سنّت کی جانب سے الحاج محمد سعید نوری کو مبارک باد۔

اپریل ۲۰۲۶ء

۳/اپریل ۲۰۲۶ء: ۲۰/اپریل کو عالمی یوم درود منانے کی اپیل

۶/اپریل ۲۰۲۶ء: فلسطینی مسلمانوں کے خلاف سزائے موت کے قانون پر علمائے اہل سنّت کی سخت مذمت۔

۱۱/اپریل ۲۰۲۶ء: عالمی یوم درود کے پوسٹر کا اجرا، ہانڈی والی مسجد درود وسلام سے گونج اُٹھی۔

۱۴/اپریل ۲۰۲۶ء: دار العلوم محمدیہ کے ناظم اور ان کے دو بیٹوں پر قاتلانہ حملہ۔ اس واقعے سے وابستگان میں غم وغصہ۔ حملہ آوروں کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ کیا گیا۔ حضرت سید معین میاں کی قیادت میں ایک وفد نے پولیس کمشنر سے ملاقات کی۔

۱۶/اپریل ۲۰۲۶ء: جدہ میں متنازعہ پروگرام پر رضا اکیڈمی کا سخت ردعمل، فلسطین وغزہ کے حالات کے پیش نظر اظہارِ تشویش۔

۱۶/اپریل ۲۰۲۶ء: منشیات کا بڑھتا ہوا جال پورے شہر کے لیے خطرہ ہے: حضرت سید معین

میاں صاحب

اسلام جم خانہ میں منشیات فروشوں کے خلاف منعقدہ اجلاس میں اظہار تشویش۔

۱۷/اپریل ۲۰۲۶ء: دینی قیادت پر حملہ نا قابل برداشت، ممبئی کے علمائے کرام کا شدید احتجاج، نشہ مافیا کے خلاف سخت کارروائی کا مطالبہ، شہر میں ہانڈی والی مسجد میں منعقدہ احتجاجی اجلاس میں علما وائمہ مساجد نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

دینی شخصیات پر حملہ پوری اُمت مسلمہ پر حملہ کے مترادف ہے، حکومت و انتظامیہ کو چاہیے کہ نشہ مافیا کے خلاف فوری کارروائی کرے: الحاج محمد سعید نوری

۱۷/اپریل ۲۰۲۶ء: رضا اکیڈمی ممبئی نے حکومت سعودیہ کی جانب سے جدہ میں عالمی شہرت یافتہ شکیرا کا منعقد ہونے والا متنازعہ پروگرام منسوخ کرنے کے فیصلے کا خیر مقدم کیا۔

۱۹/اپریل ۲۰۲۶ء: ممبئی میں یوم درود کی بابرکت محفل کا انعقاد۔

۲۰/اپریل ۲۰۲۶ء: رضا اکیڈمی کو ۱۵۰۰/کروڑ سے زائد درود پاک کا نذرانۂ عقیدت موصول۔

۲۱/اپریل ۲۰۲۶ء: یوم درود کے موقع پر ''پانی پیو اور درود پڑھو'' کہ منفرد سلوگن کے تحت سبیل میلادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اہتمام کیا گیا، اس موقع پر بھنڈی بازار علاقے میں پانی پیو اور درود پڑھو سے لوگوں کو تقویت ملی۔ جہاں عوام الناس میں پانی تقسیم کیا گیا اور درود وسلام کی صدائیں گونجتی رہیں۔

۲۲/اپریل ۲۰۲۶ء: عالمی یوم درود پاک کے موقع پر پروقار تقریب، درود پاک دلوں کو سکون بخشتا ہے: حضرت سید معین میاں صاحب... درود پاک دنیا و آخرت میں کامیابی کا ضامن ہے: الحاج محمد سعید نوری

اس موقع پر سنی مسجد بلال میں پروقار تقریب کا انعقاد، مہمان خصوصی کے طور پر مفتی محمد

سلمان ازہری صاحب کا خطاب ہوا۔

اس پر وقار یوم درود کے پروگرام میں اسیر مفتی اعظم الحاج محمد سعید نوری کے صاحب زادے مشہور نعت خواں نوری میاں احمد رضا نے سامعین کو نعت و منقبت سے محظوظ کیا۔

۲۴/اپریل ۲۰۲۶ء: آٹھواں سالانہ عرس تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری رحمۃ اللہ علیہ ۶/ذی قعدہ ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۴/اپریل ۲۰۲۶ء بروز جمعہ بعد نماز عشا رات ۱۰/بجے نوری محفل میں منعقد ہوا۔

۲۵/اپریل ۲۰۲۶ء: حج ۲۰۲۶ء کے سلسلے میں سنی جمعیۃ العلماء اور رضا اکیڈمی کے وفد کی مرکزی وزیر کرن رجیجو سے اہم ملاقات۔ مسائل پر گفتگو۔

مئی ۲۰۲۶ء

۳/مئی ۲۰۲۶ء: ماب لنچنگ میں شہید مولانا توصیف رضا کے اہل خانہ سے اظہار تعزیت اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء اور رضا اکیڈمی کی جانب سے ایک لاکھ روپے امداد کا اعلان۔

۴/مئی ۲۰۲۶ء: الحاج محمد سعید نوری کو صدمہ، بھتیجے محمد طارق رضوی کا انتقال۔

۷/مئی ۲۰۲۶ء: عازمین حج کو احرام میں ٹشو پیپر نہ دیا جائے، رضا اکیڈمی کے مطابق ٹشو خوشبودار ہوتا ہے جو حالت احرام میں شرعاً ممنوع ہے۔ اس جانب حج کمیٹی آف انڈیا کی توجہ دلائی گئی، شرعی مسئلے کا حوالہ دیتے ہوئے رضا اکیڈمی نے مکتوب روانہ کیا۔ سی ای او نے فوراً توجہ دینے کا یقین دلایا۔

۱۳/مئی ۲۰۲۶ء: ایک امام قوم کا خیر خواہ ہوتا ہے اور مخلص بھی۔ حضرت سید معین میاں نے مولانا محمود عالم رشیدی کی امامت سے سبکدوشی پر استقبالیہ تقریب میں اظہار خیال فرمایا۔

بزرگ عالم دین مولانا محمود عالم رشیدی ۵۰/سالہ خدمت امامت سے سبک دوش۔ ان کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے بانی رضا اکیڈمی الحاج محمد سعید نوری نے کہا کہ مولانا محمود عالم

رشیدی کی دینی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ انھوں نے نوجوانوں کی اصلاح کی، بڑوں کی رہنمائی کی، اور معاشرے میں احترام کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ کے خطبات علم و حکمت سے بھرپور ہوتے تھے، جن سے لوگوں کے دلوں میں دین کی محبت پیدا ہوتی تھی۔ آپ کی زندگی سادگی، صبر اور حسن اخلاق کا نمونہ رہی۔

۱۵ر مئی ۲۰۲۶ء: اس سال رضا اکیڈمی نے اجتماعی قربانی کا اہتمام بڑا شاندار طریقے سے اہل سنّت کے لیے کیا، فی حصہ ۱۷۰۰ر روپے رکھا گیا۔

جون ۲۰۲۶ء

۶ر جون ۲۰۲۶ء: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یوم شہادت پر رضا اکیڈمی کے زیر اہتمام نشست۔ بارگاہِ اقدس میں خراج عقیدت۔

۷ر جون ۲۰۲۶ء: امریکہ میں ہندوستان کے قومی پرچم کی توہین، رضا اکیڈمی کی جانب سے مذمت، بیان میں کہا کہ توہین ہرگز قبول نہیں۔

۱۰ر جون ۲۰۲۶ء: مساجد کے تحفظ اور حالیہ انہدامی کارروائی کے سلسلے میں رضا اکیڈمی کے وفد کی پرکاش امبیڈکر سے ملاقات۔ زمین کے کاغذات جمع کرنے کی ہدایت۔

۲۰ر جون ۲۰۲۶ء: ممبئی میں بارانِ رحمت کے لیے اذان اور خصوصی دعا۔ ممبئی اور اطراف میں بارش کی تاخیر اور خشک موسم کے باعث عوام میں اضطراب۔

۲۱ر جون ۲۰۲۶ء: نازیہ الٰہی خان کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی۔ رضا اکیڈمی ایف آئی آر کے لیے پولیس اسٹیشن پہنچی۔

۲۴ر جون ۲۰۲۶ء: گستاخ خاتون کے خلاف ایف آئی آر درج۔ نازیہ الٰہی خان کے خلاف پولیس کمشنر نے ۴۸ر گھنٹے میں کارروائی کرنے کی یقین دہانی کروائی۔

۲۴ر جون ۲۰۲۶ء: منشیات کے خلاف بیداری، مساجد و مدارس کے تحفظ اور مسلمانوں پر مظالم

کے خلاف آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کی ہنگامی میٹنگ۔نوجوانوں کو نشہ کی عادت سے بچانے پر زور۔

جولائی ۲۰۲۶ء

۱۰/ جولائی ۲۰۲۶ء: راجستھان اور مغربی بنگال میں جنسی درندگی کے خلاف رضا اکیڈمی کا احتجاج۔رضا اکیڈمی کے سربراہ الحاج محمد سعید نوری نے راجستھان اور مغربی بنگال میں زنا بالجبر کی دل دہلا دینے والے اور انسانیت کو شرمسار کرنے والے واقعات کی سخت مذمت کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ایسے درندہ صفت مجرموں کو پھانسی کی سزا دی جائے، تاکہ ایسے جرائم پر قابو پایا جاسکے۔

۱۱/ جولائی ۲۰۲۶ء: راجستھان اور مغربی بنگال میں کم عمر لڑکیوں پر جنسی تشدد جیسی واردات کے خلاف ہانڈی والی مسجد میں احتجاج۔

☆☆☆

رضا اکیڈمی ممبئی

۱۹۷۸ء میں الحاج محمد سعید نوری نے ممبئی کی سرزمین پر رضا اکیڈمی قائم کی۔ رضا اکیڈمی سے بڑی تعداد میں کتابیں شائع ہوکر علمی دُنیا میں پہنچیں اور ایک انقلاب برپا ہوا۔ اِس کے بانی (محترم الحاج محمد سعید نوری) کا متحرک ذہن کام کے بڑے اچھوتے اور نرالے طریقے وضع کرتا ہے۔ وہ بڑی کامیابی کے ساتھ امام احمد رضا قدس سرہ کے افکار سے علمی دُنیا کو روشناس کرارہے ہیں، جناب کوکب نورانی اوکاڑوی نے بڑی پتے کی بات کہی:

''ان کا دل ودماغ مسلک حق کی ترجمانی اور دُنیا کو اہل حق کی طرف راغب کرنے کے لیے متحیر کردینے والی باتیں سوچتا ہے اور وہ ہمہ وقت سرگرم عمل رہتے ہیں۔''

الحاج محمد سعید نوری کی متحرک وفعال شخصیت اور فکر رسا سے متعلق علامہ قمر الزماں اعظمی (سکریٹری جنرل ورلڈ اسلامک مشن، لندن) کا تاثر بڑی اہمیت کا حامل ہے، آپ فرماتے ہیں:

''ان کا Creative ذہن ہمیشہ نئی نئی راہیں تلاش کرتا رہتا ہے۔''

مسلمانوں کے مسائل سے متعلق رضا اکیڈمی کی سرگرمیاں بڑی وقیع ومثبت اور مؤثر ہیں۔ ''فتاویٰ رضویہ'' اور ترجمہ ''کنز الایمان'' کی اشاعت نیز رسائل رضویہ کی اشاعت اکیڈمی کا اہم کام ہے۔

(ماخوذ: امام احمد رضا تحقیق کے آئینے میں، غلام مصطفیٰ رضوی، مطبوعہ نوری مشن مالیگاؤں ۲۰۲۲ء، ص ۲۵۔۲۶)